اهل السنة
کا ماہنامہ مجلّہ
اهل السنة
اتحاد کی کوشش قرآن وسنت کی بنیاد پر
محض جسم کی بھوک اور پیاس سے وہ حقیقت ہم پر طاری نہیں ہوسکتی، جب تک روح
اور دل پر جسم کی طرح روزہ طاری نہ ہوجائے۔
(مولانا ابو الکلام آزاد رحمه الله)
رضاء الله عبد الکریم مدنی

ہمارا منہج اور پیغام

فرمانِ خیر الانام ﷺ:

فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ، تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (ابوداود:۴۶۰۷)

''بلاشبہ تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہا وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا، چنانچہ ان حالات میں میری اور میرے خلفاء کی سنت اپنائے رکھنا، خلفاء جو اصحاب رشد و ہدایت ہیں۔ سنت کو خوب مضبوطی سے تھامنا بلکہ ڈاڑھوں سے پکڑے رہنا نئی نئی بدعات واختر اعات سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا بلاشبہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے''

(ابوداود:۴۶۰۷)

جلد : ۱

شمارہ: ۱

فی شمارہ -/35

سالانہ -/350

اتحاد کی کوشش قرآن وسنت کی بنیاد پر

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ:

اسلامک انفارمیشن سینٹر

اندھیری بیکری کمپاؤنڈ، اسٹیشن کے قریب، جامع مسجد، اندھیری (ویسٹ) ممبئی 400058

فون نمبر: 32902489/ 64269999/ 26705161 | Email: ahlussunnaa@gmail.com

Postal Address:

Islamic Information Center

Andheri Bakery Compound, Nr. Andheri Station Jama Masjid, Andheri (West), Mumbai - 400058.

Email: ahlussunnaa@gmail.com | Ph. 32902489/ 64269999/ 26705161

پرنٹر، پبلشر ”سعد خالد پٹیل“ نے بھانڈوپ آفسیٹ اینڈ ڈیزائنر پریس سے چھپوا کر آفس مجلّہ ”اہل السنة“ IIC سے شائع کیا۔

Printer Publisher: Saad Khalid Patel

106, Fateh Manzil, Victoria Road, Sant Savta Marg, Byculla (East), Mumbai - 400010.

Printing Press: Bhandup Offset & Designers, 1009, Bhandup Indl. Estate, Pannalal Compound, L.B.S. Marg, Bhandup (W), Mumbai-78.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اھل السنۃ: دعوت، ضرورت اور مشن

فضیلۃ الشیخ رضاء اللہ عبدالکریم مدنی حفظہ اللہ

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین و علی الہ و صحبہ اجمعین اما بعد

اہل السنۃ کا یہ شمارہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے بڑی جلدی میں ترتیب دیا گیا ہے زیادہ تر مضامین رمضان المبارک اور اس کے متعلقات کی بابت ہیں اس سے ہرگز یہ تاثر نہ لیا جائے کہ دیگر شمارے بھی اسی نہج پر ہوں گے۔

اہل السنہ صرف ایک دینی رسالہ نہیں ایک تحریک ہے جو بدعتوں کے اندھیرے میں ایک روشن چراغِ سنت جلانے اور مسلم سماج سے بدعات وخرافات مٹانے کے لئے برپا کی گئی ہے۔

اہل سنت کا دفاع، مخالفین کی غلط فہمیاں، الزامات اور بہتان تراشی کی حقیقت کھول کھول کر بیان کرنا اور سنت اور اہل سنت کا دفاع کرنا اس تحریک کا اصل کام ہے۔

آج جب چاروں طرف سے اصل اسلام کو سیکڑوں چیلنجوں کا سامنا ہے اسلام، رسولِ اسلام، حدیثِ رسول، سنتِ رسول، اتباعِ رسول، سیرتِ رسول، مقامِ رسول، عظمتِ رسول، محبت رسول، جیسے عنوانات کے تحت اپنے اور پرائے جو کچھ لکھ رہے ہیں ان پر نظر رکھنا اور ان کا جائزہ لینا اس تحریک کا اصل اصول ہوگا۔

اگر آپ اصل اسلام اور رسول اسلام کے لائے ہوئے دین کو اسی شکل وصورت میں دیکھنا چاہتے ہیں جس میں وہ رسول ﷺ وصحابہ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانوں میں تھا تو آپ کو اس تحریک سے وابستہ رہنا ہوگا۔

تا کہ آپ روز قیامت ان خوش نصیبوں میں گنے جاؤ جنہوں نے اس نازک وقت میں جب کہ امت فساد عمل وعقیدہ میں مبتلا ہوگئی تھی اصل سنت کو زندہ رکھا اور اس راہ میں آنے والی پریشانیوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور ہر مشکل کو گلے لگا کر اللہ کا شکر ادا کیا مصیبتیں اٹھائیں تکلیفیں جھیلیں لیکن سنت رسول اور اتباع رسول کے منہج کو مٹنے نہیں دیا۔

آج جو صورت حال ہمارے زمانہ کی ہے اس سے ہم سب خوب واقف ہیں ایک طرف کفر وضلال کے ہیں تو دوسری طرف بدعات وخرافات کی آندھیاں۔ کفر وضلال کے پاس وسائل جدیدہ کی فوج ہے تو بدعات وخرافات کے نمائندوں اور وکیلوں کے پاس تحریفات، تلبیسات، اور بے جا تاویلات کا پورا نظام۔ ایسے میں ظاہر ہے اہل سنت کی ذمہ داریاں اور بڑھ جاتی ہیں اور ان کے اوپر یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ دین حنیف کی شکل وصورت کو بگڑنے سے بچائیں اور اس راہ میں کتاب وسنت، طریقۂ سلف وصالح وعلوم جدیدہ وقدیمہ و وسائل عصریہ سے مسلح ہو کر اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے میدان میں آئیں اور توحید و سنت، اور شاہراہِ رسول کو اس انداز سے پیش کریں کے غیر متعصب پڑھے لکھے اور انصاف پسند ان کی مدلل باتوں سے مثبت اثر لیں اور اسلام اور رسول اسلام کی حقیقت سے نا صرف خود واقف ہوں بلکہ دنیا کو بھی واقف کرائیں اور اسلام اور رسول اسلام کی سیرت طیبہ کے پہلو بہ پہلو غیر اسلامی افکار ونظریات اور غیر حقیقی تصورات جو اپنوں کی سادہ لوحی اور غیروں کی سازشوں کے نتیجہ میں آج اسلام تصور کئے جا رہے ہیں ان سے پردہ اٹھے۔

یہ مقصد عظیم ہی نہیں عظیم قربانیوں کا بھی خواہاں ہے، سماج اور معاشرہ میں کتنے لوگ ہیں جو اس مقصد کے لئے آگے بڑھ کے آئیں گے اور کتنے ہیں جو اس سے روگردانی کریں گے اور اس کو لا حاصل اور خطرناک قدم بتائیں گے۔

مگر بھائیو!

کیا ہم صرف اس لئے کہ اس میں خطرے ہیں یہ راستہ دشواریوں سے بھرا ہے اس میں مال ومتاع کا ضیاع ہے اس سے بہت سے رشتے متاثر ہوتے ہیں بہت سے دل ناخوش ہوتے ہیں، دوستیاں ٹوٹ جاتی ہیں وغیرہ وغیرہ یہ سب تو ہمات اگر حقیقت بھی ہوں تو کیا حق کی پاسداری چھوڑ دی جائیگی یا ناحق کو حق مان لیا جائے گا، کیا باطل پرستوں کو یوں ہی غلط فہمیاں پھیلانے کی اجازت دیدی جائے گی کیا بدعات کے رسیاں بدعتوں کے سہارے سیدھے سادھے عوام کو گمراہ کرتے رہیں گے ان کا مال ناحق کھاتے رہیں گے ان کو غیر اللہ کے آستانوں پر جبین نیاز جھکانے پر مجبور کرتے رہیں گے اور آپ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے دیکھا کریں گے؟

کیا آپ کی دینی غیرت آپ کو اس بے غیرتی سے نبرد آزما ہونے کو نہیں کہے گی؟ کیا آپ کی دینداری دین کی اس کسمپرسی پر کچوکے نہیں لگائے گی کیا آپ کی توحید غیر اللہ کے آستانوں پر عوام کی پیشانیوں کو یوں ہی جھکتا ہوا دیکھتی رہے گی۔

کیا آپ کی محبتِ رسول، دینِ حق اور دعوتِ رسول کے مقابلے میں آنے والی مشکلات کو دیکھ کر پیچھے ہٹ جائیگی شیطان اور اس کے حواریوں کیسامنے ہتھیار ڈال دیگی...؟

ہم مسلمان ہیں توحید کے ماننے والے رسول کو ان کے حقوق اور ان کی عظمتوں کے ساتھ جاننے اور ماننے والے صحابہ کرام کی بلندیوں کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دینے والے تابعین و تبع تابعین و امامان دین کی کوششوں محنتوں اور قربانیوں کا حقیقی احساس رکھنے والے توحید کے علمبردار اور سنت رسول کے پاس دار اگر ہم بھی باطل کے پروپیگنڈے کا شکار ہو کر گوشۂ عافیت میں بیٹھے رہے تو ہمارے یہ دعوے روزِ قیامت اللہ کے سامنے کیا ہمیں رسوا نہ کریں گے؟

اگر روز قیامت کی سرخروئی ہمیں مطلوب ہے اور وہاں کی کامیابی ہمارا مقصود ہے تو ہمیں موجودہ دور میں بھی حالات کی ناموافقت کے باوجود حق کا ساتھ دینا ہوگا اور حق کے خلاف ہونے والی سرگرمیوں کا جائزہ لیکر ان کا مناسب جواب بھی فراہم کرنا ہوگا۔

''سنت'' اور ''اہل سنت'' دین کے نہ صرف محافظ اور پاسبان ہیں بلکہ دین کو ہر طرح کے اندرونی اور بیرونی خطرات سے بچانے کی ذمہ داری بھی انہیں پر ہے۔

جس طرح سنت نے قرآن کی من مانی تاویل کے سارے راستے مسدود کر دیئے اور اس سے مجبور ہو کر دین بیزار تعقل پسند طبقے کو حدیث کے انکار کے علاوہ کوئی اور راستہ نظر نہیں آیا اسی طرح دین میں نئی نئی بدعات و خرافات اور من مانی ایجادات کے خوگر حضرات کے راستے اہل سنت نے بند کر دیئے تو ان کو سوائے اہل سنت کو بدنام کر کے، ان کے سر نئے نئے اتہامات لگانے سماج و معاشرے میں ان کو بدنام کرنے نئے نئے نام تراشنے کے سوا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تا کہ وہ اس ذریعہ سے اہل سنت کو اس قدر بے اعتبار کر دیں کہ کوئی ان کا اعتبار نہ کرے ہمیشہ سے یہ وطیرہ اہل ہوا و ہوس کا رہا ہے آئندہ ان شاء اللہ اس کی تفصیلات آتی رہیں گی۔

ہم اپنے تمام قارئین کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ ان شاء اللہ ہم سنت اور اہل سنت کے دفاع میں برابر کام کرتے رہیں گے اور آئندہ شماروں سے اس کا وہ سلسلہ شروع ہوگا جس کا انتظار آپ مدتوں سے کرتے رہے ہیں۔

آئی آئی سی کے ذمہ داران اور اس کے جملہ متعلقین کی یہ بھرپور کوشش ہے کہ رسول اللہ ﷺ فداہ آبائنا وامہاتنا کی فرماں برداری اور اللہ رب العزت کی خوشنودی کے شانہ بہ شانہ عوام اہل سنت کی توقعات پر پورا اترنے کی بھرپور کوشش کریں۔

اس راہ میں ہمیں اہل علم سے رہنمائی کی قلم کاروں سے قلمی تعاون کی تجربہ کاروں سے تجربہ کی اور عوام اہل سنت سے ان کے ہر طرح کے تعاون کی ہر وقت ضرورت ہے اور رہے گی۔

اللہ ہماری کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے اور اپنے آخری رسول محمد ﷺ کے ذریعہ لائے ہوئے دین کی حفاظت وصیانت، نشر و اشاعت، تبیین وتوضیح تفسیر وتشریح کی کما حقہ ہمت عطا فرمائے اور ہماری نیتوں میں خلوص اور ارادوں میں پختگی پیدا فرمائے۔ آمین

وصلی اللہ علی نبینا محمد و علی الہ و صحبہ و سلم

رہے نام اللہ کا

تاکہ تم پرھیز گار بن جاؤ۔۔۔۔۔

کمال الدین سنابلی

﴿یا ایّھا الذین آمنو کتب علیکم الصّیام کما کتب علی الّذین من قبلکم لعلّکم تتّقون﴾ (البقرۃ:۱۸۳) اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو،تم پر روزے فرض کردئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

اسلام کی بنیاد جن پانچ چیزوں پر ہے ان میں سے ایک روزہ بھی ہے باعتبار فرضیت روزہ کی بھی وہی اہمیت ہے جو دیگر فرائض کی ہے ۔جس طرح نماز کی فرضیت کا منکر کافر ہے اسی طرح روزہ کی فرضیت کا منکر بھی کافر ہے۔

اللہ تعالی نے مذکورہ آیت میں فرضیت صوم کا ذکر کیا ہے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی خبر دی ہے کہ امت محمد یہ سے پہلے کی امتوں پر بھی یہ روزے فرض کئے گئے تھے۔

یہاں پر ایک سوال ذہن میں یہ آسکتا ہے کہ اللہ تعالی نے سابقہ امتوں پر فرضیت صوم کا حوالہ کیوں دیا ہے؟ جواب کے طور پر اس کی ایک حکمت یہ ذہن میں آتی ہے کہ سابقہ امتوں کا حوالہ روزہ رکھنے والوں کے لئے آسانی کا سبب بنے گا کیونکہ کسی انسان کو اگر کوئی ایسا کام کرنے کا حکم دیا جائے جو بظاہر مشکل ہو پھر اسے بتایا جائے کہ تم سے پہلے تم ہی جیسے لوگ اس کام کو کر چکے ہیں تو فطری طور پر اس شخص کے لئے وہ کام آسان ہوجائے گا وہ سوچے گا کہ جب میری ہی طرح دوسرے انسان بھی اس فریضہ کو انجام دے چکے ہیں تو میں اس فریضہ کی ادئیگی سے کیسے قاصر رہ سکتا ہوں...؟۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالی نے روزہ کے مقصد کی وضاحت فرمائی کہ اس کا مقصد روزہ دار کو متقی بنانا ہے۔

یہاں اس بات کی وضاحت کردینا ضروری ہے کہ آخر اللہ تعالی انسان کو متقی کیوں بنانا چاہتا ہے؟ دراصل تقوی یہ ایسی صفت ہے کہ اس سے متصف انسان اللہ کے خوف سے تمام قسم کے گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے اور مکمل طور پر رب العالمین کا فرمانبردار بن جاتا ہے،اسی وجہ سے اللہ تعالی نے تقوی اختیار کرنے والوں سے جنت کا وعدہ کیا ہے ارشاد ربّانی ہے﴿ وسارعوا الی مغفرۃ من ربّکم وجنّۃ عرضھا السماوات والارض اعدّت للمتّقین﴾ ’’اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف کہ جس کی پیمائش آسمان وزمین کے برابر ہے سبقت کرو، یہ جنت متقیوں (تقوی اختیار کرنے والوں) کے لئے تیار کی گئی ہے ،،(سورہ ال عمران:۱۳۳) اللہ سے دعا ہے کہ روزوں کے ذریعہ ہمارے اندر تقوی کی صفت پیدا ہوجائے تاکہ دخولِ جنت کے ہم مستحق بن سکیں آمین۔

جو جھوٹ بولنا نہ چھوڑے

کمال الدین بدایونی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالی کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی حاجت نہیں۔(بخاری حدیث:۱۹۰۳)

ایک مسلمان کو روزہ کی حالت میں بعض جائز وحلال چیزوں سے بھی رکنے کا حکم دیا گیا ہے کیوں؟ تاکہ اگر ایک مہینہ حرام کاموں کے ساتھ ساتھ بعض جائز چیزوں کو بھی چھوڑنے کی مشق ہوگی تو باقی گیارہ مہینوں میں صرف ناجائز وحرام کاموں کا چھوڑنا آسان ہوجائے گا۔

ذرا غور تو کیجئے! روزہ جس میں بعض جائز چیزوں سے بھی روک دیا گیا ہے بھلا اس میں کوئی حرام کام کیسے روا رکھا جاسکتا ہے؟ جھوٹ ایسا ناسور ہے جو عام دنوں میں بھی ناجائز وحرام ہے حتی کہ رسول ﷺ کے فرمان: وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا (بخاری حدیث:۶۰۹۴) کے مطابق اللہ تعالی کے یہاں مسلسل جھوٹ بولنے والے کا نام ہی کذاب (بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا) لکھ دیا جاتا ہے، پھر جھوٹ جیسے ناجائز امر کی رمضان جیسے مقدس وبابرکت مہینہ میں اجازت کیسے دی جاسکتی ہے۔۔؟ روزہ کی حالت میں تو جھوٹ بولنا عام دنوں کی بنسبت زیادہ بڑا جرم ہے۔

مگر افسوس! کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو روزہ رکھتے ہیں، بھوک اور پیاس کی شدت کو برداشت کرتے ہیں لیکن زبان پر کنٹرول کرنے میں ناکام رہتے ہیں، وہ جیسے پہلے دوست واحباب، رشتہ داروں، گھر والوں اور دوکان پر عام مسلموں اور غیر مسلموں سے جھوٹ بولا کرتے تھے۔ رمضان کے مہینے میں بھی اپنی اسی روش پر برقرار رہتے ہیں۔ ذرا غور تو کرو اگر روزہ رکھنے کے بعد بھی انکی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تو انکے روزہ رکھنے کا کیا فائدہ۔۔۔؟ روزہ کا مقصد فاقہ کشی نہیں ہے، بلکہ روزہ کا مقصد اپنے نفس پر جبر کر کے اسے اللہ اور اس کے رسول کا مطیع وفرمانبردار بنانا ہے، لہذا ہمیں چاہیے کہ روزے کی حالت میں جسطرح کھانے پینے کو چھوڑا ہے اسی طرح غیبت، چغلخوری، گالی گلوج اور جھوٹ جیسے دینی ومعاشرتی جرائم سے بھی مکمل طور پر توبہ کرلیں۔

فضائلِ رمضان

تری عظمتیں ھیں بے مثال

ابوعبدالمجیب سلفی
(استاذ جامعہ رحمانیہ، کاندیولی)

اللہ کی جانب سے متعین کردہ سال کے بارہ قمری مہینوں میں سے ایک ماہ رمضان بھی ہے، دیگر مہینوں کی مانند اس کا بھی اپنی جگہ پر ایک اہم مقام ومرتبہ ہے لیکن اوروں کی بہ نسبت اسکی اہمیت اور کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہے ماہ رمضان کے چند اہم فضائل وخصوصیات یہ ہیں۔

ا۔ ماہ رمضان میں قرآن مجید کا نزول ہوا:

ماہ رمضان المبارک کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اسی مہینے میں قرآن مجید جیسی مقدس کتاب کا نزول ہوا جو پوری دنیائے انسانیت کے لئے باعث ہدایت ورہنمائی ہے اور جو حق وباطل کے درمیان تمیز کرنے والی ہے ارشاد باری تعالی ہے:-

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِی أُنْزِلَ فِیهِ الْقُرْآنُ هُدًی لِلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَی وَالْفُرْقَانِ﴾ (سورہ بقرہ:۱۸۵)

ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق وباطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔

اس آیت کریمہ میں رمضان میں نزول قرآن کا یہ مطلب نہیں کہ مکمل قرآن کسی ایک رمضان میں نازل ہوگیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ رمضان کی شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارا گیا اور وہاں بیت العزۃ میں رکھ دیا گیا وہاں سے حسب حالات ۲۳ سالوں تک اترتا رہا اس لئے یہ کہنا کہ قرآن کریم رمضان میں یا لیلۃ القدر یا لیلۃ مبارکہ میں اترا یہ سب صحیح ہے کیونکہ لوح محفوظ سے تو رمضان میں ہی اترا ہے اور لیلۃ القدر ولیلۃ مبارکۃ یہ ایک ہی رات ہے یعنی قدر کی رات جو رمضان میں آتی ہے۔

بعض کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ رمضان میں نزول قرآن کا آغاز ہوا اور پہلی وحی جو غار حرا میں آئی وہ رمضان میں آئی (تفسیر احسن البیان: ۷۳۔۷۴) چنانچہ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

''ہماری تحقیق کے مطابق یہ واقعہ رمضان المبارک کی ۲۱/ تاریخ کو دوشنبہ کی رات میں پیش آیا۔ اس روز اگست کی ۱۰/ تاریخ تھی اور ۶۱۰ء تھا۔ قمری حساب سے نبی کریم ﷺ کی عمر چالیس سال چھ مہینے بارہ دن اور شمسی حساب سے ۳۹ سال تین مہینے ۲۲ دن تھی'' (الرحیق المختوم: ۱۰۲۔۱۰۳، اردو ایڈیشن)

پھر حاشیہ نمبر ۴ کے تحت لکھتے ہیں:

''میں نے ۲۱ تاریخ کو اس بنا پر ترجیح دی ہے۔ حالانکہ مجھے اس کا کوئی قائل نظر نہیں آیا۔ کہ بیشتر سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ آپ کی بعث دوشنبہ کے روز ہوئی تھی اور اس کی تائید ابوقتادہؓ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دوشنبہ کے دن کے روزے کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ: یہ وہ دن ہے جس میں میں پیدا ہوا اور جس میں مجھے پیغمبر بنایا گیا یا جس میں مجھ پر وحی نازل کی گئی (صحیح مسلم: ۳۶۸/۱) اور اس سال رمضان میں دوشنبہ کا دن ۷، ۱۴، ۲۱، اور ۲۸ تاریخوں کو پڑا تھا ادھر صحیح روایات سے یہ بات ثابت اور معین ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں پڑتی ہے اور ان ہی طاق راتوں میں منتقل بھی ہوتی رہتی ہے، اب ہم ایک طرف اللہ کا یہ ارشاد دیکھتے ہیں کہ ہم نے قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں نازل کیا دوسری طرف ابوقتادہ کی یہ روایت دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دوشنبہ کے روز مبعوث فرمایا گیا، تیسری طرف تقویم کا حساب دیکھتے ہیں کہ اس سال رمضان میں دوشنبہ کا دن کن کن تاریخوں میں پڑا تھا تو متعین ہو جاتا ہے کہ نبی کی بعثت اکیسویں رمضان کی رات میں ہوئی اس لئے یہی نزول وحی کی پہلی تاریخ ہے'' (الرحیق المختوم: ۱۰۳۔ حاشیہ نمبر ۴)

غرضیکہ ماہ رمضان میں قرآن پاک جیسے ایک صحیفۂ کامل اور کتاب ہدایت کا نزول ہوا۔ جو دین اسلام کی تعلیمات و ہدایات کا آخری سرچشمہ ہے۔ جس میں قیامت تک کے لئے تمام انسانوں کی خاطر رہنمائی کا سامان موجود ہے، جو ہماری فکری و اعتقادی و عملی زندگی کے لئے مکمل ضابطۂ حیات اور اساسی دستور و قانون کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو اپنے مضامین، اسلوب بیان، اپنی فصاحت و بلاغت ہر پہلو سے معجزہ ہے، جس کے انداز بیاں ندرت اسلوب کو دیکھ کر بڑے بڑے فصحاء و بلغاء اور صاحب زبان، وشعراء و خطباء عاجز اور انگشت بدنداں رہ گئے۔

اس ماہ میں اس کتاب ذی شان کا نزول ہوا جو بے شمار علوم وفنون کا مخزن و گنجینہ ہونے کے ساتھ اتنا جامع ہے کہ اسے سینوں میں محفوظ رکھنا آسان ہے اور جس کے اندر اقوام ماضیہ کے قصص و واقعات اور امثال مذکور ہونے کے ساتھ زندگی کے تمام گوشوں وشعبوں کی طرف رہنمائی کے انمول نسخے، آخرت وفکر آخرت کے دلائل، دنیاوی حقیقت کے مقاصد موجود ہیں۔ اور جو اپنے متبعین کے لئے اخروی کامیابی کی ضمانت دیتی ہے۔ اور جو علمی لحاظ سے بھی حقائق و معارف اور نکات کا خزانہ ہے جس میں روحانی علوم کے ساتھ ساتھ معاشرتی، لسانی اور علوم جدیدہ بھی پائے جاتے ہیں، یہی صرف نہیں بلکہ یہی کتاب قرآن مجید قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے لئے سفارشی بن کر آئے گی۔

رمضان ماہ صیام ہے:

ماہ رمضان کی دوسری بڑی فضیلت یہ ہے کہ اس ماہ کے اندر روزہ جیسی اہم عبادت کی فرضیت ہوئی، وہ روزہ جو گناہوں کے معاف کروانے کا ذریعہ وسبب ہے چنانچہ حدیث کے میں آتا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جو شخص ایمان کے ساتھ خالص اللہ کے لئے اور ثواب کی نیت سے روزہ رکھے تو اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں'' (صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب من صام رمضان ایمانا۔۔)

ماہ رمضان کے اندر اس روزے کی فرضیت ہوئی جو تمام برائیوں کو ختم کرتا ہے اور انسان کو بھلائیوں کی جانب لے جاتا ہے، حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ ''حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ فتنے کے سلسلے میں کسی کو نبی کی کوئی حدیث یاد ہے؟ حذیفہؓ نے کہا میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آدمی کو جو فتنہ اس کے اہل وعیال و مال اور ہمسایہ کی وجہ سے پہنچتا ہے نماز، روزہ اور صدقہ اس کا کفارہ ہو جاتے ہیں'' (بخاری مع الفتح ۱۳۴/۴) اور جس روزہ کے بارے میں حدیث قدسی ہے اللہ تعالی فرماتا ہے'' **الصیام لی و انا اجزی بہ و الحسنۃ بعشر امثالہ** ''روزہ میرے لئے ہے میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور اس کے دس گنا مزید نیکیاں۔ (بخاری مع الفتح: ۱۲۵/۴)

غرضیکہ ماہ رمضان مختلف خوبیوں کا مخزن ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ روزہ کو رمضان کے ساتھ مخصوص کیوں کیا گیا ہے؟ اسکی وجہ اور سبب بیان کرتے ہوئے مولانا سید علی میاں ندوی رحمہ اللہ نہایت ہی بلیغانہ انداز میں رقمطراز ہیں:

''اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ رمضان ہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔ اور گم کردہ انسانیت کو ''صبح صادق'' نصیب ہوئی، اس لئے عین مناسب تھا کہ جس طرح طلوع صبح صادق روزہ کے آغاز کے ساتھ مربوط کر دی گئی اسی طرح اس مہینے کو بھی ایک طویل اور تاریک رات کے بعد پوری انسانیت کی صبح ہوئی پورے مہینے کے ساتھ مربوط کر دیا جائے، خاص طور پر اس وقت جب کہ اپنی رحمت و برکت اور روحانیت و نسبت باطنی کے لحاظ سے بھی یہ مہینہ تمام مہینوں سے افضل تھا بلکہ اس کے دنوں کو روزے سے اور راتوں کو عبادت سے آراستہ کیا جائے''

(ارکان اربعہ ۲۵۱)

ماہ رمضان ماہ صلاۃ:

ماہ رمضان کی عظمت اور فضیلت اس اعتبار سے اور ہی دو چند ہو جاتی ہے جب ماہ رمضان کے آتے ہی ایک مسلمان جس کے اندر ذرہ برابر بھی ایمان کا شائبہ پایا جاتا ہے اپنے آپ کو تمام دنیاوی امور سے فارغ کر کے روزہ رکھنے کے ساتھ جہاں فرض نمازوں کی ادائیگی کے لئے، اپنے آپ کو پابند بنالیتا ہے اور اس کا اہتمام کرتا ہے وہیں نفلی نمازوں میں بھی بہت مستعدی سے کام لیتا ہے خصوصا تراویح نامی نفلی نماز (جو مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے پڑھنا مسنون ہے اور رمضان کی نفلی نمازوں میں سب سے اہم وافضل ہے) کو پابندی کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ ہمارے امام اعظم جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے خود اس کام کو انجام دیا ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھی تو بہت سے لوگ (آپ کی اقتدا

میں) آپ کے ساتھ شامل ہوگئے دوسری رات آپ نے نماز پڑھی تو لوگ اور زیادہ ہوگئے، پھر تیسری یا چوتھی رات لوگ اکٹھا ہوئے تو آپ باہر تشریف نہ لائے جب صبح ہوئی تو فرمایا میں نے رات میں محسوس کرلیا کہ تم لوگ جمع ہوئے ہو لیکن مجھے صرف ایک چیز نے باہر آنے سے روک دیا اور وہ یہ کہ یہ نماز تم پر فرض نہ کردی جائے، حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ یہ واقعہ رمضان میں پیش آیا تھا۔

(صحیح بخاری مع الفتح ۴/۲۹۴)

اور پھر اپنی امت کے سامنے اسکی اہمیت وفضیلت بیان کر کے اس کی جانب رغبت دلاتے ہوئے فرمایا:

’’مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ‘‘

جس شخص نے بھی ایمان وثواب کی نیت سے رمضان میں قیام کیا تو س کے اگلے گناہ (چھوٹے) بخش دیئے جاتے ہیں۔(صحیح بخاری مع الفتح ۴/۲۹۴)

ماہ رمضان اور لیلۃ القدر:

ماہ رمضان تو سراپا رحمتوں اور مغفرتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے، لیکن اس کا آخری عشرہ اپنے اعتبار سے کہیں اور ہی زیادہ جامع ہے، اور اپنے اندر تمام خوبیوں کو سموئے ہوئے ہے اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں ایک رات ایسی ہے جو بڑی اہم ہے اور جسے لیلۃ القدر (شب قدر) کا نام دیا جاتا ہے اور اس شب کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ قرآن مجید جیسی عظیم الشان کتاب اسی شب میں نازل ہوئی ارشاد باری تعالی ہے:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ[۱] وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ[۲] لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ [۳] تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ [۴] سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ [۵]﴾

ترجمہ: ہم نے اسے شب قدر میں نازل کیا اور تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں فرشتے اور روح الامین (جبرئیل) اپنے رب کے حکم سے ہر حکم کو لے کر اترتے ہیں، سراپا سلامتی ہے وہ شب طلوع فجر تک‘‘ (سورۃ القدر)

اور اسی شب کو دوسری جگہ ’’لیلۃ مبارکہ‘‘ سے تعبیر کیا گیا ہے ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ [۳] فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ [۴] أَمْرًا مِنْ عِنْدِنَا إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ [۵] رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (دخان:۳-۶)

ترجمہ: یقیناً ہم نے اسے بابرکت رات میں اتارا ہے، بے شک ہم ڈرانے والے ہیں اسی رات میں ہر مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے، ہمارے پاس حکم ہوکر، ہم ہی ہیں رسول بنا کر بھیجنے والے آپ کے رب کی مہربانی سے، وہ ہی ہے سننے والا جاننے والا۔

مذکورہ آیات کے اندر اگر ایک جانب یہ اشارہ ہے کہ اس رات میں فرشتوں اور روح الامین (جبرئیل) کا نزول ہوتا ہے، اس میں سارے سال میں ہونے والے واقعات کا فیصلہ کیا جاتا ہے تو دوسری طرف یہ ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے کہ اس رات کی عبادت ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہے، اور قرب الہی کے حصول کے لئے یہ بہترین اور موزوں شب ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اگر خود رمضان کی آخری دس راتوں میں قرب الہی کے حصول کے لئے بہت کوشش کرتے تھے اور اپنے اہل وعیال کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کہتی ہی کہ:

’’اِذَا دَخَلَ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرُ مِنْ رَمَضَانَ اَحْیَا اللَّیْلَ وَ اَیْقَظَ اَهْلَهُ وَ جَدَّ وَ شَدَّ الْمِئْزَرَ‘‘

جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو آپ ﷺ مستعدی کے ساتھ شب بیداری کرتے اور اپنے اہل وعیال کو بھی جگاتے۔

(صحیح مسلم کتاب الاعتکاف باب الاجتھاد فی العشر الاواخر من شھر رمضان)

ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

’’کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَجْتَهِدُ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَالَا یَجْتَهِدُ فِیْ غَیْرِهِ‘‘

اللہ کے رسول ﷺ جتنا رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کرتے تھے اتنا زیادہ اور کسی میں نہیں کرتے تھے۔

(صحیح مسلم کتاب الاعتکاف باب الاجتھاد فی العشر الاواخر من شھر رمضان)

یہی صرف نہیں بلکہ آپ نے اپنی امت کو اس کی ترغیب بھی دی ہے اور اس کی اہمیت وفضیلت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

’’مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ‘‘

جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور اللہ سے اجر کی امید پر شب قدر میں عبادت کی اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کردیئے گئے۔(بخاری مع الفتح ۴/۲۰۰)

ماہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر کی تلاش اللہ کی عبادت کرنے کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ دعائیں بھی کرنی چاہیئے۔ کیونکہ وہ رات سراپا رحمت ومغفرت والی ہے اللہ کے رسول ﷺ بذات خود اس فعل کو انجام دیتے تھے اور امت کو بھی کرنے کا حکم دیا ہے، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ:

’’میں نے کہا اے اللہ رسول ﷺ! اگر میں شب قدر پالوں تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ دعا کرو ’’اَللّٰهُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ‘‘ اے اللہ تو بخشنے والا ہے اور بخشش کو پسند کرتا ہے لہذا تو مجھے بخش دے۔(سنن ابن ماجہ کتاب الدعاء باب العفو والعافیۃ ۲/۱۲۴)

اس کے علاوہ اور بھی ماثور دعائیں ہیں جن کا رمضان کے آخری عشرہ میں پڑھنا باعث ثواب وبرکت ہے۔

مذکورہ تفصیل سے ماہ رمضان کی فضیلت وخصوصیت واضح ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالی ہمیں رمضان کی کما حقہ قدر کرنے کی توفیق دے۔(آمین)

آؤ روزے کے بارے میں کچھ بات کریں

محمد جاوید رحمانی

روزہ کی تعریف:

الصوم (روزہ) کے لغوی معنی رکنے کے ہیں۔شریعت میں اس سے مراد طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک روزہ توڑنے والی چیزوں سے نیت و ارادے کے ساتھ بچے رہنا۔

روزہ کا حکم:

انتیویں شعبان کو رمضان کا چاند نظر آنے یا پھر شعبان کے تیس دن مکمل ہونے پر رمضان کا مہینہ شروع ہوتے ہی مسلمان، عاقل، بالغ، طاقتور، مقیم اور عذر سے پاک مرد وعورت پر روزہ فرض ہوجاتا ہے۔اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:" "یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِینَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُون ""اے ایمان والو!تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ (سورہ بقرہ:۱۸۳)

اور سنت سے اس کی دلیل، اللہ کے رسول ﷺ کا یہ قول ہے:

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس میں سے رمضان کے روزے بھی ہیں۔(بخاری:الفتح ۴۹/۱)

جس نے بغیر عذر کے رمضان کے روزے چھوڑے اس نے بڑے جرم کا ارتکاب کیا۔نبی ﷺ نے اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

حتی إذا کنت فی سواء الجبل إذا بأصوات شدیدةقلت ما هذه الأصوات قالوا هذا عواء أهل النار ثم انطلق بی فإذا أنا بقوم معلقین بعراقیبهم مشققة أشداقهم تسیل أشداقهم دما قال قلت من هؤلاء قالا الذین یفطرون قبل تحلة صومهم

میں پہاڑوں کے درمیان تھا کہ اچانک بڑی زور کی آوازیں آنے لگیں،

میں نے پوچھا یہ کیسی آواز ہے؟ تو بتایا گیا کہ یہ جہنمیوں کی چیخیں ہیں، پھر مجھے لے چلے تو میرا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو الٹے لٹکائے گئے تھے، ان کے جبڑے پھٹے ہوئے تھے اور ان سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ بتلایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو وقت سے پہلے افطار کرلیا کرتے تھے۔ (صحیح الترغیب ۱/۲۴۳، ۱۰۰۵)

شیخ الاسلام رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: اگر کوئی شخص روزہ چھوڑنے کی حرمت کا علم رکھتے ہوئے چھوڑے اور اسے جائز سمجھے تو وہ واجب القتل ہے اور اگر وہ فاسق ہو تو بھی اسے روزہ چھوڑنے کی سزا دی جائے گی۔ (مجموع الفتاوی: ۲۶۵/۲۵)

روزے کی حکمت

روزہ کے بے شمار فائدے اور حکمتیں ہیں، روزہ انسان کو گناہوں سے روکتا اور اس کے اندر تقویٰ جیسی عظیم صفت پیدا کرتا ہے۔ روزہ کے ذریعہ یہ مقصد عملی طور پر کھل کر سامنے آتا ہے۔ عام دنوں میں ایک بندہ سوچتا ہے کہ میں نشہ خوری سے باز نہیں آسکتا، میں جھوٹ بولنے سے نہیں رک سکتا، فلاں فلاں گناہ جو میں کرتا ہوں ان کا چھوڑنا میرے لئے ناممکن ہے لیکن ماہ رمضان میں ہی بندہ ان سب گناہوں سے رک جاتا ہے کیوں صرف اس لئے کہ اللہ رب العالمین نے رکنے کا حکم دیا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کی رضا کی خاطر حلال چیزوں سے رک جاتا ہے اور اس کا حلال چیزوں کو اللہ کی رضا کے لئے ترک کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ عام دنوں میں اللہ کی خاطر حرام چیزوں کو بھی چھوڑ سکتا ہے اور یہی حقیقت میں تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "يَـا أَيُّهَـا الَّـذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْـلِـكُـمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ" اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ (بقرۃ ۲:۱۸۳)

اسی طرح جب انسان کا پیٹ بھرا ہوتا ہے تو اس کی زبان، ہاتھ، آنکھ اور شرمگاہ تمام چیزوں کے اندر خواہشات پیدا ہوتی ہے لیکن روزہ شیطان کو بھگانے اور شہوت کو دبانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "خِـصَـاءُ أُمَّتِـي الصِّيَامُ" میری امت کا خصی ہونا روزہ ہے۔ (مسند احمد ج۱۱/۱۸۳، ۶۶۱۲، طبرانی: ابن عمر رضی اللہ عنہما) (صحیح: صحیح الجامع: ۳۲۲۸)

اور روزہ دار جب بھوک کی تکلیف محسوس کرتا ہے تو غریبوں اور فقیروں کا احساس ہوتا ہے، ان پر رحم کرتا اور ان کی بھوک دور کرنے کی کوشش کرتا ہے اس طرح سے روزہ اجتماعیت کو بہترین بنانے اور لوگوں سے غربت کو دور کرنے کا جذبہ انسان کے اندر پیدا کرتا ہے۔

روزہ کے چند آداب و مسائل

روزہ کی نیت

فرض روزہ کے لئے طلوع فجر سے پہلے روزہ کی نیت کرنا واجب ہے اور بہتر ہے کہ رات ہی میں نیت کر کے سوئے تاکہ اگر سحری میں نہ جاگ سکے تو بھی اس کا روزہ قبولیت کا درجہ پاسکے۔ جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا 'مَـنْ لَـمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَـامَ لَـهُ' جو شخص طلوع فجر سے پہلے روزے کی نیت نہ کرے اس کا روزہ ہی نہیں' (مسند احمد، الفاظ ترمذی کے ہیں: ابواب الصوم: باب ماجاء لاصیام لمن لم یعزم من اللیل: ۷۳۰) (صحیح: صحیح الجامع: ۶۵۳۸) لیکن یہ حکم فرض روزوں کے لئے ہوگا نفل روزوں میں طلوع فجر سے پہلے کی نیت شرط نہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ :كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَـلَيْـهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ عَلَيَّ قَالَ :هَـلْ عِـنْـدَكُمْ طَعَامٌ؟ ، فَإِذَا قُلْنَا :لَا، قَالَ :إِنِّي صَائِمٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ اللہ کے رسول ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور کہا: کیا تمہارے پاس کھانے کے لئے کچھ ہے۔ ہم نے کہا: نہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے کہا: پھر میں آج روزہ سے ہوں۔ (ابوداؤد: کتاب الصوم: باب فی الرخصۃ فی ذلک: ای فی النیۃ) (صحیح الجامع: ۴۷۱۹: صحیح) آج کل جو زبان سے نیت کرنے کا رواج عام ہوگیا ہے اس کی شریعت سے کوئی دلیل نہیں ملتی۔ بلکہ یہ بدعت ہے۔

سحری کھانا اور اس کے کھانے میں تاخیر کرنا۔

سحری میں اللہ رب العالمین نے برکت رکھی ہے اور سحری کھانے میں اہل کتاب کی مخالفت بھی ہے، بہتر ہے کہ سحری کو آخری وقت میں کھایا جائے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً" سحری کرو، یقیناً سحری میں برکت ہے۔" (بخاری: کتاب الصوم: باب برکۃ السحور من غیر ایجاب: ۱۹۲۳) ایک دوسری حدیث میں ہے " فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ" ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں کے درمیان فرق، سحری کھانے میں ہے"۔ (مسلم: کتاب الصیام: باب فضل السحور: ۱۰۹۶) معلوم ہوا کہ اہل کتاب سحری نہیں کرتے اور ہمیں ان کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے تو یہ اس امت کا ایک شعار ہوا لہذا ہمیں اپنے شعار کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ اور بہتر ہے کہ آخری وقت میں سحری کھائی جائے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "عجلوا بالإفطار، وأخروا السحور" " افطاری میں جلدی کرو اور سحری میں تاخیر کرو"۔ (طبرانی: ۲۵/۱۶۳، ام حکیم رضی اللہ عنہا) (السلسلۃ الصحیحہ: ۱۱۷۳) اس کا معنیٰ یہ نہیں کہ وقت ختم ہونے کے بعد تک کھایا جائے بلکہ آخری وقت تک کھانا مستحب ہے جیسا کہ مسلم کی روایت میں زید بن ثابت کا بیان ہے "عَنْ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: تَسَحَّرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قُمْنَا إِلَى الصَّلَاةِ قُلْتُ: كَمْ كَانَ قَدْرُ مَا بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: خَمْسِينَ آيَةً" کہ ہم نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ سحری کیا اور پھر ہم نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ ان سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ دونوں کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟ انہوں نے جواب دیا: اتنا کہ ایک آدمی پچاس آیتیں پڑھ لے۔ (مسلم: کتاب الصیام: باب فضل السحور: ۱۰۹۷) اس کی شرح کرتے ہوئے امام نووی لکھتے ہیں اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ سحری کو فجر سے تھوڑا پہلے تک موخر کرنا بہتر ہے۔

جنابت کی حالت میں سحری کا کھانا جائز ہے۔ عائشۃ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں " أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ يَسْتَفْتِيهِ وَهِيَ تَسْمَعُ مِنْ وَرَاءِ الْبَابِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تُدْرِكُنِي الصَّلَاةُ وَأَنَا جُنُبٌ أَفَأَصُومُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ (وَأَنَا تُدْرِكُنِي الصَّلَاةُ وَأَنَا جُنُبٌ فَأَصُومُ فَقَالَ لَسْتَ مِثْلَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ فَقَالَ وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَعْلَمَكُمْ بِمَا أَتَّقِي" ایک آدمی رسول اللہ ﷺ سے سوال کرنے آیا، میں دروازے کے پیچھے سے سن رہی تھی اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں حالت جنابت میں تھا اور نماز کا وقت ہوگیا تو کیا میں روزہ رکھوں؟ رسول اللہ ﷺ نے کہا: میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا ہے اور میں روزے سے رہتا ہوں۔ اس نے کہا میں آپ کی طرح نہیں، اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کردیئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور ان چیزوں کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والا ہوں جن سے بچا جائے۔ (مسلم: کتاب الصیام: باب صحۃ الصوم من طلع علیہ الفجر وھو جنب: ۱۱۱۰، بخاری میں بھی اسی کے مثل ہے)

افطار کرنے میں جلدی کرے۔

افطار میں جلدی کیا جائے گا، جیسے ہی سورج غائب ہوا افطار کرلینا چاہیئے یہی ہمارے نبی ﷺ کی سنت ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ مِنْ هَا هُنَا، وَجَاءَ اللَّيْلُ مِنْ هَا هُنَا، فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ" "جب رات مشرق سے ظاہر ہونے لگے اور دن مغرب میں چھپ جائے تو روزہ دار افطار کرلے۔" (مسلم: کتاب الصیام: باب بیان وقت انقضاء الصوم وخروج النہار: ۱۱۰۱) وقت ہونے کے بعد بھی احتیاط کے رہنا درست نہیں۔ کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے بتلایا کہ افطار میں تاخیر یہود کی صفت ہے اور افطار میں جلدی کرنے میں ہی ہماری بھلائی ہے "لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ، عَجِّلُوا الْفِطْرَ؛ فَإِنَّ الْيَهُودَ يُؤَخِّرُونَ" "ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لوگ اس وقت تک بھلائی

پر رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے اس لئے کہ یہود تاخیر کرتے ہیں ۔'' (ابن ماجہ: کتاب الصیام : باب ماجاء فی تعجیل الافطار: ۱۶۹۸،حسن)(صحیح الترغیب:۱۰۶۷)اس حدیث کا پہلا ٹکڑا بخاری، مسلم میں بھی موجود ہے۔(دیکھئے، بخاری: کتاب الصوم: باب تعجیل الافطار: ۱۹۵۷)

روزہ کی حالت میں غسل کرنا

روزے کی حالت میں آرام حاصل کرنے کے لئے ٹھنڈے پانی سے غسل کرنا جائز ہے۔عبداللہ بن ابی عثمان کہتے ہیں'' رَأَيْتُ بْنَ عُمَرَ وَهُوَ صَائِمٌ يَبُلُ الثَّوْبَ ثُمَّ يُلْقِيْهِ عَلَيْه'' میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ وہ روزہ کی حالت میں ہوتے اور کپڑا اتر کرتے پھر اپنے اوپر ڈالتے ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۶ حدیث ا: بخاری تعلیقا :الصوم :روزے دار کے غسل کا بیان)انس کہتے ہیں ''إِنَّ لِی أَبْزَنَ أَتَقَحَّمُ فِيهِ وَأَنَا صَائِمٌ '' میرے پاس ایک حوض تھا جس میں میں داخل ہوتا تھا اور میں روزے سے ہوتا تھا۔(بخاری تعلیقا :الصوم :روزے دار کے غسل کا بیان) گرمی کی وجہ سے سر پر پانی ڈالنا بھی جائز و درست ہے ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ يَصُبُّ عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ ، وَهُوَ صَائِمٌ مِنَ الْعَطَشِ، أَوْ مِنَ الْحَرِّ کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مقام عرج (جگہ کا نام) میں پیاس یا گرمی کی وجہ سے اپنے سر پر پانی ڈال رہے تھے روزے کی حالت میں ۔(کتاب الصوم: باب الصائم یصب علیہ الماء من العطش :۲۳۶۵)(صحیح ابوداؤد: ۲۰۷۲،صحیح)

تیل لگانا اور کنگھی کرنا

سر یا بدن میں تیل لگانا اور کنگھی کرنا بھی درست ہے ۔عبد اللہ ابن مسعود کہتے ہیں''إِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلْيُصْبِحْ دَهِينًا مُتَرَجِّلًا '' جب تمہارے روزوں کا دن ہو تو صبح کرو اس حال میں کہ سر میں تیل اور کنگھی ہو۔(بخاری تعلیقا :الصوم :روزے دار کے غسل کا بیان)

کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا

روزہ دار کلی کر سکتا ہے اور ناک میں پانی بھی چڑھائے گا لیکن عام حالتوں کی طرح زیادہ مبالغہ نہ کرے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''أَسْبِغِ الْوَضُوْءَ وَ خَلِّلْ بَيْنَ الْأَصَابِعَ وَ بَالِغْ فِي الْإِسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ صَائِماً'' وضو مکمل کرو اور انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرو مگر جب روزے سے رہو۔(ابوداؤد: کتاب الطھارۃ: باب فی الاستنشار : ۱۴۲، ترمذی، ابن حبان)(صحیح ،صحیح الجامع :۹۲۷)

مسواک کرنا

روزہ دار کے لئے مسواک کرنا بھی جائز اور درست ہے۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں '' يَسْتَاكُ أَوَّلَ النَّهَارِ وَآخِرَهُ وَلَا يَبْلَعُ رِيقَهُ '' دن کے اول اور آخر میں مسواک کیا جائے لیکن اس کا تھوک نہ نگلے ۔(بخاری تعلیقا: الصوم: روزے دار کے غسل کا بیان)

تھوک نگلنا

روزہ دار کے منہ میں اگر تھوک آ جائے تو اسے نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔قتادہ کہتے ہیں ''لَا بَأْسَ أَن يَّزْدَرِدَ الصَّائِمَ رِيقَهُ '' تھوک نگلنے میں روزے دار کیلئے کوئی حرج نہیں ہے۔(عبد الرزاق ۷۵۰۲ بخاری تعلیقا: الصوم: باب خشک اور تر سے مسواک کرنے کا بیان)

سخت ضرورت کے تحت کھانا چکھنا

اگر ضرورت ہو تو کھانا چکھا جا سکتا ہے۔ابن عباس کہتے ہیں '' لَا بَأْسَ أَنْ يَتَطَاعِمَ الصَّائِمُ عَنِ الْقِدْرِ'' ہانڈی سے کھانا چکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔(ابن ابی شیبہ ۹۲۷۸ علامہ البانی نے سند کو حسن کہا ہے)

سرمہ لگانا

سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ''عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ كَانَ يَكْتَحِلُ وَهُوَ صَائِمٌ'' انس بن مالک روزے کی حالت میں سرمہ لگاتے تھے۔(ابوداؤد: کتاب الصوم: باب فی الکحل عند النوم للصائم: ۲۳۷۸)(حسن،صحیح ابوداؤد:۲۰۸۲)

خون نکلوانا یا حجامت کرانا

روزہ کی حالت میں خون نکلوانا اور حجامت کرانا بھی جائز اور درست ہے، ابوسعید خدری کہتے ہیں " رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰہِ الْحَجَامَةَ لِلصَّائِمِ" رسول اللہ ﷺ نے روزے دار کو حجامت کرانے کی رخصت دی ۔(دارقطنی ،بیہقی،طبرانی،۲۲۴۰۔۲۲۴۶، ارواء الغلیل :۴/۷۴:صحیح) رہا اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان کہ " أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ " حجامت کرنے اور کرانے والے روزہ توڑ دیں۔(ابوداؤد: کتاب الصوم: باب فی الصائم یحتجم :۲۳۶۷،ترمذی: کتاب الصوم: باب کراھیۃ الحجامۃ للصائم: ۷۷۴)(صحیح الجامع ،صحیح:۱۱۳۶)اس کے متعلق علامہ البانی کہتے ہیں یہ حدیث بلا شک صحیح ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پہلی حدیث منسوخ ہے۔(الارواء: ج۴ص۷۵رقم ۹۳۱)

بھول کر کھانے پینے ، یا غیر غذائی انجکشن لینے مثلا انسولین ، پنسلین وغیرہ لینے ،آنکھ یا ناک یا کان میں دوا وغیرہ ڈالنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا (ان کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ دوائیں طاقت اور غذاء کے لئے نہ ہو)،اسی طرح اگر جان بوجھ کر قیئے نہ کی گئی ہو تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

بوسہ لینا اور بیوی کو گلے سے چمٹانا

روزہ دار بوسہ لے سکتا ہے، جابر بن عبداللہ کہتے ہیں " قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ هَشَشْتُ فَقَبَّلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَنَعْتُ الْيَوْمَ أَمْرًا عَظِيمًا قَبَّلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ قَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ مَضْمَضْتَ مِنْ الْمَاءِ وَأَنْتَ صَائِمٌ قُلْتُ لَا بَأْسَ بِهِ قَالَ فَمَهْ" عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنی بیوی کو دیکھا تو میں نشاط وفرحت میں آ گیا میں روزے سے تھا اور اپنی بیوی کو بوسہ دیدیا، تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ آج میں نے بہت بڑا گناہ کیا روز کی حالت میں اپنی بیوی کو بوسہ دیدیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روزہ کی حالت میں کلی کرنے سے کیا روزہ ٹوٹ جائے گا؟ میں نے کہا: نہیں اس میں تو کوئی حرج نہیں، آپ نے کہا: چھوڑ دو (یعنی جس طرح کلی میں میں کوئی حرج نہیں اسی طرح بوسہ بھی ہے)۔(ابوداؤد: کتاب الصوم: باب القبلۃ للصائم:۲۳۸۵)(صحیح ابوداؤد:۲۰۸۹)عائشۃ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُقَبِّلُ فِي رَمَضَانَ وَهُوَ صَائِمٌ "رسول اللہ ﷺ رمضان میں بوسہ لیتے تھے اور وہ روزے سے ہوتے تھے۔(مسلم: کتاب الصیام: باب بیان ان القبلۃ فی الصوم لیست محرمۃ:۱۱۰۶، اسی طرح بخاری میں بھی ہے۔)

بیوی کو اپنے سے چمٹانا بھی جائز و درست ہے لیکن جماع جائز نہیں۔عائشۃ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں "كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ "رسول اللہ ﷺ بوسہ لیتے اور مباشرت کرتے تھے اور وہ روزے سے ہوتے تھے۔اپنے نفس پر تم میں سب سے زیادہ کنٹرول کرتے تھے۔(بخاری: کتاب الصوم: باب المباشرۃ للصائم:۱۹۷۲)

لیکن ایسا شخص جو اپنے نفس پر قابو نہ رکھتا ہو نہ بوسہ لے اور نہ اسے اپنے سے چمٹائے۔ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں " أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ فَرَخَّصَ لَهُ وَأَتَاهُ آخَرُ فَسَأَلَهُ فَنَهَاهُ فَإِذَا الَّذِي رَخَّصَ لَهُ شَيْخٌ وَالَّذِي نَهَاهُ شَابٌّ" ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے روزے میں مباشرت کی اجازت مانگی تو آپ نے اسے اجازت دی دوسرے نے اجازت مانگی آپ نے منع کر دیا تو جسکو اجازت دی وہ بوڑھا تھا اور جسے منع کیا وہ جوان تھا۔(حسن صحیح : صحیح ابودوٗد:۲۰۹۰)امام ترمذی کہتے ہیں "وَرَأَى بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ لِلصَّائِمِ إِذَا مَلَكَ نَفْسَهُ أَنْ يُقَبِّلَ وَإِلَّا فَلَا ; لِيُسَلِّمَ لَهُ صَوْمَهُ" اہل علم کا خیال ہے روزے میں بوسہ اس شخص کیلئے درست ہے جو اپنے نفس پر کنٹرول کرنے والا ہو، ورنہ نہیں تا کہ اس کا روزہ محفوظ رہے۔(ترمذی: ابواب الصوم: باب ماجاء فی القبلۃ للصائم:۷۲۷)

روزہ کن کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے:

۱- جان بوجھ کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، ہاں اگر کوئی بھول کر کھا پی لے تو اپنے روزہ کو پورا کرے کیونکہ اس کا روزہ نہیں ٹوٹا اور اس پر کفارہ بھی نہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "مَنْ نَسِيَ

وَهُوَ صَائِمٌ فَأَكَلَ أَوْ شَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللَّهُ وَسَقَاهُ" جوشخص روزہ کی حالت میں بھول گیا اور اس نے کھا پی لیا تو وہ روزہ توڑے نہ بلکہ اسکو پورا کرے کیونکہ اللہ نے اسے کھلایا پلایا ہے "۔(بخاری: کتاب الصوم: باب الصائم اذا اکل اوشرب ناسیا:۱۹۳۳، مسلم: کتاب الصوم: باب اکل الناسی اوشربہ اور جماعہ لایفطر :۱۱۵۵)

ابن قدامہ کہتے ہیں "وَاَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى الْفِطْرِ بِالْأَكْلِ وَالشُّرْبِ بِمَا يَتَغَذَّىٰ بِهِ" علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص غذاء کے طور پر کچھ کھائے یا پیئے تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(المغنی: ج۴ص۳۵۰) جان بوجھ کر بلا وجہ کھانا بڑا گناہ ہے ایسے شخص پر توبہ اور کفارہ دونوں واجب ہے۔

۲- جان بوجھ کر قئے کرنے سے بھی روزہ فاسد ہوجاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مَنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ وَمَنْ اسْتَقَاءَ عَمْدًا فَلْيَقْضِ" جوشخص قئے کردے بغیر مرضی کے تو اس پر قضاء نہیں۔اور جو جان بھوجھ کر قئے کرے تو اس پر قضاء ہے۔"(ابوداؤد: کتاب الصوم : باب الصائم یستقی عامدا: ۲۳۸۰، ترمذی:)(صحیح، صحیح الجامع:۶۲۴۳)

۳- جماع کرنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكْتُ قَالَ مَا لَكَ . قَالَ وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا فَقَالَ فَهَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا قَالَ لَا قَالَ فَمَكَثَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ أُتِيَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم بِعَرَقٍ فِيهَا تَمْرٌ وَالْعَرَقُ الْمِكْتَلُ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ فَقَالَ أَنَا قَالَ خُذْهَا فَتَصَدَّقْ بِهِ فَقَالَ الرَّجُلُ أَعَلَى أَفْقَرَ مِنِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ فَوَاللَّهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا يُرِيدُ الْحَرَّتَيْنِ أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَضَحِكَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ" ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی آیا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں ہلاک ہوگیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: کیا ہوا؟ اس نے کہا میں اپنی بیوی پر روزے کی حالت میں سوار ہوگیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کیا تو ایک گردن آزاد کرسکتا ہے۔اس نے کہا نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کیا تو دو مہینے پے درپے روزہ رکھ سکتا ہے اس نے کہا نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کیا تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلا سکتا ہے اس نے کہا نہیں ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر رکے رہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجور کا ایک عرق لایا (عرق ایک میزان ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں موجود ہوں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا یہ لو اور صدقہ کردو۔ اس آدمی نے کہا: اے اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اسکا زیادہ حق دار ہوں اللہ کی قسم ان دو پہاڑیوں کے درمیان کوئی گھر میرے گھر سے زیادہ محتاج نہیں ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے انیاب ظاہر ہوگئے پھر کہا: اچھا اپنے گھر والوں کو ہی کھلادے۔(بخاری: ۱۹۳۶ مسلم: کتاب الصیام: باب تغلیظ تحریم الجماع فی نھار رمضان علی الصائم: ۱۱۱۱)

روزہ کن پر فرض نہیں؟

بچہ اور پاگل:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الْمَجْنُونِ الْمَغْلُوبِ عَلَى عَقْلِهِ حَتَّى يَفِيقَ وَعَنْ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ وَعَنْ الصَّبِيِّ حَتَّى يَحْتَلِمَ" تین لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے ایسا پاگل جس کا پاگل پن اسکے عقل پر غالب ہو یہاں تک کہ درست ہوجائے۔اور سونے والا یہاں تک کہ بیدار ہوجائے۔اور بچہ یہاں تک کہ بالغ ہوجائے۔(ابوداؤد: کتاب الحدود: باب فی المجنون یسرق اویصی حدا: ۴۴۰۱، حاکم: علی وعمر رضی اللہ عنہما)(صحیح: صحیح الجامع:۳۵۱۲)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں: بچہ بالغ ہوجائے یا پاگل آدمی آدھے دن میں درست ہوجائے تو اس پر لازم کہ بغیر کھائے پیئے دن مکمل کرے۔ان پر قضاء نہیں ہے۔(الشرح الممتع: ج۶ص۳۴۷)

حیض، نفاس، حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں:

ان پر بھی روزہ نہیں۔ (تفصیل اسی شمارہ میں خواتین سے متعلق مضمون میں ملاحظہ کریں۔ مدیر)

مریض

اسی طرح مریض بھی روزہ چھوڑ سکتا ہے لیکن وہ مرض جس کی وجہ سے انسان پر مریض کا اطلاق ہوتا ہو اور روزہ رکھنے کی صورت میں اس پر کوئی نقصان ہو یا یہ گمان ہو کہ مرض بڑھ جائے گا یا شفاء میں تاخیر ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے "وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ" اور جو بیمار یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہیئے۔ (سورہ بقرہ:۱۸۵)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کہتے ہیں:

(۱) اگر مریض پر روزہ اثر انداز نہ ہو تو اس کیلئے روزہ نہ رکھنا جائز نہیں اور اگر روزہ ترک کرنے سے اس کی طبیعت بہتر ہوتی ہو تو یہی اس کے لئے بہتر ہے۔

(۲) اگر مریض پر روزہ مشکل ہو لیکن نقصان دہ نہ ہو تو وہ کراہیت کے ساتھ روزہ رکھے اور سنت افطار ہے۔

(۳) اگر مریض پر روزہ مشکل ہو اور نقصان دہ بھی ہو تو روزہ حرام ہے۔ روزہ موخر کرے گا یہاں تک کہ تکلیف دور ہو جائے یا سچے جانکار ڈاکٹر کی خبر پر کہ روزہ نقصان دہ ہے تو بھی روزہ ترک کر سکتا ہے۔ ڈاکٹر کیلئے مسلمان ہونا ضروری نہیں۔ (الشرح الممتع: ج۶ ص۳۴۷)

اور اگر کوئی ایسا مریض ہو جسے شفاء کی امید ہی نہ ہو تو وہ اپنے روزہ کے بدلہ میں ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلائے یا شہر کی معروف غذاء کے مطابق اناج دے، ایک ساتھ تیس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا پھر ایک ہی مسکین کو تیس دن کے بقدر اناج ایک ساتھ دے دینا بھی کافی ہے۔ یہی حکم عمر رسیدہ بوڑھے مرد و عورت کے لئے بھی ہوگا جو کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک سال روزے رکھنے سے عاجز آ گئے تو ایک لگن ثرید (کھانا) بنایا اور تیس مسکینوں کو بلایا اور انہیں پیٹ بھر کر کھلایا۔ (دار قطنی: ۲۳۶۶) (علامہ البانی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے: الارواء ج۴ ص۲۱ ح۹۱۲)

مسافر

اگر کوئی مسافر ہے تو اس پر روزہ فرض نہیں۔ لیکن اس کے لئے علماء نے شرط بتلائی ہے کہ مسافت کے اعتبار سے حقیقت میں اس پر سفر کا اطلاق ہوتا ہو اور وہ سفر کسی حرام کام کے لئے نہ ہو اور وہ سفر روزہ چھوڑنے کے لئے بہانے کے طور پر نہ ہو۔ اور سفر شروع کرنے سے پہلے ہی روزہ نہ رکھنا بھی جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کسی وجہ سے سفر رک جائے۔ ہاں، اگر اس نے روزہ کی حالت میں سفر شروع کیا پھر سفر پر نکل گیا تو وہ روزہ توڑ سکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے "وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ" اور جو بیمار یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہیئے۔ (سورہ بقرہ: ۱۸۵) اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "هِيَ رُخْصَةٌ مِنْ اللَّهِ فَمَنْ أَخَذَ بِهَا فَحَسَنٌ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصُومَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ" وہ (حالت سفر میں روزہ کا چھوڑنا) اللہ کی طرف سے رخصت ہے تو جو اسے لے اس نے اچھا کام کیا، اور جو روزہ رکھنا چاہے تو کوئی حرج نہیں۔ (مسلم: کتاب الصیام: باب جواز الصوم والفطر فی شهر رمضان للمسافر: ۱۱۱۵)

طبع آزاد پہ قید رمضاں بھاری ہے
تمہیں کہہ دو یہی آئین وفاداری ہے
(علامہ اقبال، بانگ درا)

ٹھہریئے ------!

و بصوم غد نويت من شهر رمضان

روزے کی نیت کے یہ الفاظ یا اس سے ملتے جلتے دوسرے الفاظ کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہیں

(ک۔گ سنابلی)

زبان سے نیت سنت یا بدعت؟

ابوزید سلفی

تمام اعمال میں نیت کو بہت گہرا عمل دخل ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى :(بخاری حدیث نمبر:۱)تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہےاور ہرایک کو بدلے میں وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کیا ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعمال کی قبولیت اور رد انسان کی نیت پر منحصر ہے اگر نیت صحیح ہے تو عمل مقبول ہوگا ورنہ مردود ہوگا،اور نیت ایک ایسا عظیم الشان عمل ہے کہ ایک انسان بہت سارے اعمال جن کے کرنے کی اس کے پاس طاقت نہیں ہے ان کی بھی نیکیاں اپنے اکاونٹ میں جمع کرسکتا ہے صرف نیت کرکے مثلا ایک آدمی کے پاس اتنا پیسہ نہیں ہے کہ وہ صدقہ کرے لیکن نیت کرتا ہے کہ اگر اللہ مجھے پیسہ دے تو میں اللہ کے راستے میں خرچ کروں گا ،یا رات سوتے وقت یہ نیت کی کہ رات کو میں اٹھ کر تہجد پڑھوں گا،اور وہ کسی معقول عذر کی بنا پر صدقہ اور تہجد کی ادائیگی سے قاصر رہا تو ایسے شخص کے نامہ اعمال میں صدقہ اور تہجد کا ثواب بغیر عمل کئے صرف نیت پر لکھا جاتا ہے۔

لیکن جس طرح ہر نیک عمل میں شریعت کی پابندی لازم اور ضروری ہے ورنہ وہ عمل مقبول ہونے کے بجائے مردود ہوجائے گا اسی طرح "نیت" کرنے میں بھی شریعت کی رہبری ضروری ہے،جب "نیت" اتنا بڑا عمل ہے کہ اس کے بغیر عبادت مقبول نہیں ہوتی ہے تو کیا اس کے لئے سنت کی اتباع لازم نہیں ہے۔بالکل لازم اور ضروری ہے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کریں کہ وہ اپنی عبادات میں "نیت" کیسے کرتے تھے۔"نیت "صرف دل کے اردے کو کہتے ہیں،لغت کی جتنی بڑی کتابیں ہیں ان کو دیکھیں آپ کو یہی ملے گا کہ "نیت "دل کا عمل ہے زبان کا نہیں (القاموس ۱۴۰۰/۴ المعجم الوسیط ۱۹۶۵/۲/۱)

اسی طرح ''نیت'' کی تعریف میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ فتح الباری میں لکھتے ہیں"وَالشَّرْعُ خَصَّصَهُ بِالْإِرَادَةِ الْمُتَوَجِّهَةِ نَحْوَ الْفِعْلِ لِابْتِغَاءِ رِضَاءِ اللَّهِ وَامْتِثَالِ حُكْمِهِ "شریعت نے نیت کے معنی کو کسی کام کا ارادہ اور توجہ کیساتھ خاص کردیا ہے جو کہ اللہ کی رضا اور اس کے حکم کی تعمیل کے لئے ہو۔(فتح الباری جلد اول صفحہ:۱۳)

اس سے معلوم ہوا کہ نیت دل کا عمل ہے،زبان سے کہے ہوئے الفاظ جن کا قرآن وسنت سے کوئی ثبوت نہ ہو اس کا اعتبار نہیں ہوگا اسلام کی بنیادوں میں سے دو بہت بڑی بنیادیں "نماز اور روزہ" ہیں،بہت سارے ہمارے بھائی ان دونو ں عبادتوں کے لئے پہلے زبان سے نیت کرتے ہیں،اور پوری گردان پڑھتے ہیں کہ "نیت کرتا ہوں چار رکعت نماز ظہر کی ،پیچھے اس امام کے،منہ میرا کعبہ شریف کی

طرف، اللہ اکبر" یا روزہ کے لئے بولتے ہیں" وبصوم غد نویت من شهر رمضان "میں نے کل کے رمضان کے روزے کی نیت کی" اس کے ترجمہ سے ہی آپ اس کے گڑھنے والے کا جھوٹ پکڑ سکتے ہیں، سحری آج کھا رہا ہے اور نیت کل کے روزے کی کر رہا ہے،

نماز اور روزہ وغیرہ کی نیت کو زبان سے ادا کرنا خود ساختہ ومن گھڑت فعل ہے، اس کا ثبوت نہ تو قرآن وسنت سے ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے عمل سے، اور نہ ائمہ کرام اور محدثین عظام سے اس کا ثبوت ملتا ہے بلکہ یہ بدعت ہے۔

آیئے ہم کبار ائمہ کی تصریحات سے اس کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں :

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَإِنَّ الْجَهْرَ بِالنِّيَّةِ لا يَجِبُ وَلَا يُسْتَحَبُّ، لا فِي مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ، وَلا أَحَدٍ مِنْ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ؛ بَلْ كُلُّهُمْ مُتَّفِقُونَ عَلَى أَنَّهُ لا يُشْرَعُ الْجَهْرُ بِالنِّيَّةِ وَمَنْ جَهَرَ بِالنِّيَّةِ فَهُوَ مُخْطِءٌ، مُخَالِفٌ لِلسُّنَّةِ بِاتِّفَاقِ أَئِمَّةِ الدِّينِ ؛ "جہری (یعنی زبان سے) نیت نہ واجب ہے نہ مستحب، نہ امام ابوحنیفہ کے مذہب میں ہے اور نہ دوسرے ائمہ اسلام میں سے کسی مذہب میں، بلکہ وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ زبانی نیت کرنا مشروع نہیں ہے۔ اور جس نے جہری نیت کی وہ خطا کار اور مخالف سنت ہے اور اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ (الفتاوی الکبری لابن تیمیہ: ۱۴۵)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نیت کے الفاظ کسی صحیح تو کیا ضعیف حدیث میں بھی وارد نہیں ہوئے ہیں، اور یہ کسی مسند حدیث میں تو کیا ہونگے، یہ تو کسی مرسل روایت میں بھی نبی اکرم سے ثابت نہیں، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونا تو دور کی بات ہے، یہ تو صحابہ میں سے بھی کسی سے ماثور ومنقول نہیں ہے، اور نہ ہی تابعین وائمہ اربعہ میں سے کسی نے زبان سے نیت کرنے کو مستحسن کہا ہے۔ (زاد المعاد ابن قیم ۲۰۱/۱)

لہذا دل کی نیت وارادے پر ہی اکتفا کرنا مسنون عمل ہے، اور اسی کی تائید متعدد فقہاء وعلماء احناف سے بھی ملتی ہے۔ زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا نبی اکرم، خلفاء راشدین وصحابہ، تابعین وائمہ اربعہ رحمھم اللہ میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں ہیں بلکہ یہ خود ساختہ فعل اور بعد کی ایجاد ہے، تعجب کی بات تو یہ ہے کہ قرائن کی وجہ سے دوسروں کو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ شخص کیا کرنے جا رہا ہے، پھر اسے وہی بات دہرانے کی کیا ضرورت ہے؟ مثلا ایک آدمی ظہر کے وقت مسجد جا رہا ہے تو اس کو دیکھ کر کوئی بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ ظہر کی نماز پڑھنے جا رہا ہے، یا کوئی مسجد کے اندر بیٹھا ہے تو لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ جماعت کا انتظار کر رہا ہے، یا کوئی آدمی سحری کھا رہا ہے تو لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ روزہ رکھنے کے لئے سحری کھائی ہے۔ جب دوسرے اس کی نیت کو قرائن سے جان لیتے ہیں کہ اس کا ارادہ کیا ہے تو کیا یہ خود نہیں جانتا؟ جب کہ وہ تو اپنے دل کی بات بھی جانتا ہے، لہذا اب لفظوں میں نیت کو دھرانا شریعت کی مخالفت، سنت سے بے رغبتی اور تعامل صحابہ سے لاپرواہی اور صریح بے وقوفی کے سوا کچھ نہیں۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اگر ایسی نیت کرنا خیر کا کام ہوتا تو صحابہ کرام اس کی طرف سبقت لے گئے ہوتے اور یہ بات ہم تک پہونچائی ہوتی، اور اگر یہی اصل ہدایت ہے تو پھر صحابہ کرام تو (نعوذ باللہ) اس سے بے خبر رہے، اور اگر ہدایت وہ ہے جس پر وہ تھے اور وہی حق ہے تو پھر حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کیا ہے (اغاثۃ اللہفان لابن قیم ۱۳۶/۱، ۱۳۹)

نماز یا روزے کی زبان سے نیت کے بارے میں کوئی دلیل نہ ہونے کی وجہ سے فقہاء وعلماء احناف بھی دل کے ارادے کا نام نیت بتاتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

علامہ عینی:

علماء احناف میں سے ایک معروف عالم علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

لا عبر با لذکر بااللسان لانه کلام لا نیة زبان سے نیت کرنے کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ زبان سے تو کلام (یعنی بات چیت) صادر ہوتا ہے نہ کہ نیت

مولانا عبدالحق دہلوی:

علمائے احناف میں سے ہی ایک بہت بڑے عالم دین مولانا عبدالحق دہلوی ہیں وہ اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں: (علماء کا نماز کی نیت کے بارے اختلاف ہے، جب کہ اس امر پر سبھی متفق ہیں کی جہرا نیت کرنا تو ناجائز ہے، اور اختلاف اس میں ہے کہ لفظوں سے (زبان سے) نیت کرنا نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے یا نہیں؟ اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ شرط نہیں اور اسے شرط ماننا غلط ہے۔ (بحوالہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور، جلد ۴۳ شمارہ ۱۳ بابت ۱۲/ رمضان ۱۴۱۱ھ مارچ ۱۹۹۱ء)

صاحب ہدایہ:

علامہ برہان الدین مرغینانی صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

نیت ارادے کا نام ہے اور شرط یہ ہے کہ دل سے یہ معلوم ہو کہ کون سی نماز پڑھنے لگا ہے، اور رہا زبان سے نیت کرنا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں (ہدایہ مرغینانی ۹۶/۱)

لہذا سنت اور اتباع رسول یہی ہے کہ نماز اور روزے کے لئے نیت صرف دل سے کریں زبان سے نہیں کیونکہ جس طرح کسی کام کے کرنے میں اتباع واجب ہے، ایسے ہی کسی کام کے ترک کرنے میں بھی اتباع واجب ہے؟

علامہ انور شاہ کشمیری:

فیض الباری شرح بخاری میں علامہ انور شاہ کشمیری نے اس بات کو بہت واضح الفاظ

میں ذکر کیا ہے کہ نیت دل کا فعل ہے زبان کا نہیں چنانچہ فرماتے ہیں (فالنیة امر قلبی) نیت دل کا فعل ہے (فیض الباری جلد اول صفحہ: ۸)

مولانا اشرف علی تھانوی:

علماء احناف میں ماضی قریب کے بہت معروف عالم مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں بلکہ دل میں اتنا سوچ لے کہ آج میں ظہر کی فرض پڑھتا ہوں یا اگر سنت ہے تو اس کا خیال کر کے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے تو نماز ہو جائے گی، اور جو لمبی چوڑی نیت لوگوں میں مشہور ہے اس کا کہنا ضروری نہیں (بہشتی زیور حصہ دوم نماز کی شرطوں کا بیان مسئلہ نمبر ۱۱)

اگر زبان سے نیت کرنا واجب یا سنت یا مستحب ہوتا تو مولانا اشرف علی تھانوی صاحب یہ نہیں فرماتے کہ اس کا کہنا ضروری نہیں ہے۔ اور رسول اکرم ﷺ کا اپنا اسوہ حسنہ بھی یہی بتاتا ہے، اور آپ کے ارشادات بھی اسی کا پتہ دیتے ہیں کہ زبان سے نیت کی گردان کرنے کا کوئی جواز نہیں، کیونکہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی حدیث (المسیء الصلاۃ) یعنی ٹھیک طرح نماز نہ پڑھنے والے صحابی سے آپ ﷺ نے فرمایا (إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَسْبِغِ الوُضُوءَ، ثُمَّ اسْتَقْبِلِ القِبْلَةَ فَكَبِّرْ) جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونا چاہو تو اچھی طرح وضو کرلو اور پھر قبلہ رو ہو کر تکبیر تحریمہ کہو۔ (بخاری 6251، مسلم 397)

اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوا کہ آپ نے صحابی کو تکبیر تحریمہ سے پہلے کچھ بھی زبان سے پڑھنا نہیں سکھایا، اگر زبان سے نیت پڑھنا ہوتا تو آپ ضرور اس کو بتلاتے لیکن جب آپ نے نہیں بتلایا تو اس کو ترک کر دینے کا ہی کا نام اتباع ہے۔ ایسے ہی ایک اور حدیث صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ: "نبی ﷺ اپنی نماز کا آغاز تکبیر تحریمہ سے کیا کرتے تھے۔ (مسلم حدیث :298) اگر تکبیر تحریمہ سے پہلے آپ زبان سے کچھ کہتے تو صحابہ اس کو بیان کرتے، کسی ایک صحابی یا صحابیہ نے بیان نہیں کیا، اور نہ ہی کسی نے خود عمل کیا، اور نہ ان کے بعد تابعین، ائمہ اربعہ اور محدثین نے عمل کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز اور روزے کے لئے زبان سے نیت کرنا اور اس کے لئے اپنی طرف سے بنائے ہوئے کلمات پڑھنا، یہ دین کا حصہ نہیں ہے بلکہ دین میں ایک نئی چیز ہے، اور دین میں ہر نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں، اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی کا انجام جہنم ہے نبی اکرم کا ارشاد گرامی ہے:

وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ: دین میں نئے امور سے بچو، اس لئے کہ ہر نئی چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور نسائی کی حدیث میں ہے کہ ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے (ابوداود حدیث نمبر 4657، نسائی حدیث نمبر 1578)

بعض حضرات کہتے ہیں کہ نماز کے لئے زبان سے نیت کے الفاظ حدیث میں نہیں ہیں لیکن روزے کی نیت کے الفاظ ہیں، اور وہ عربی میں ایک جملہ پڑھتے ہیں (وبصوم غد نویت من شهر رمضان) میں نے کل کے رمضان کے روزے کی نیت کی علم کی کمی کی بنیاد پر، بہت سارے لوگ کسی بھی عربی عبارت کو دیکھ کر یا سن کر فوراً یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ قرآن یا حدیث کے الفاظ ہیں، اور اس کو مقدس سمجھنے لگتے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے، دوسری زبانوں کی طرح عربی بھی ایک زبان ہے، اور قرآن وحدیث کی اصل اسی زبان میں ہے، لیکن عربی میں ہر لکھی اور چھپی ہوئی چیز قرآن وحدیث نہیں ہوتی، کتنی ہی ایسی موضوع اور جھوٹی حدیثیں ہیں جو نبی ﷺ کے نام پر ڈال کر گڑھی گئی ہیں اور وہ عربی میں ہیں، لیکن ان کا تعلق نبی کریم ﷺ کی حدیثوں سے بالکل نہیں ہے۔ اسی طرح سے روزے کی نیت کے یہ الفاظ گڑھے گئے ہیں جن کا دین یا حدیث سے کوئی تعلق نہیں، اور گڑھنے والے کا جھوٹ اس کے الفاظ سے ہی ہر عقلمند آدمی پکڑ لیگا، آپ خود ترجمے میں غور کریں تو آپ کو بھی معلوم ہوگا کہ روزہ کے لئے سحری آج کھا رہا ہے اور نیت کل کے روزے کی کر رہا ہے۔

خلاصہ:

نماز اور روزے کے لئے زبان سے نیت کرنا درست نہیں ہے، صرف دل میں اس کام کا ارادہ کر لینا ہی کافی ہے اور یہی صحیح ہے، جس عمل کو نبی ﷺ نے موقع، وقت ہونے کے باوجود چھوڑ دیا اور نہیں کیا ہمیں بھی اس عمل کو نہیں کرنا چاہئے اسی کا نام اتباع ہے، جس کام کو نبی نے نہیں کیا اس کا کرنا بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے،

اللہ سارے مسلمانوں کو ہر عمل میں نبی کی اتباع کرنے کی توفیق دے اور بدعات سے محفوظ رکھے (آمین)

ایک منٹ۔۔۔۔!

سوچئے!

نیت دل کے ارادے کا نام ہے

آپ ﷺ نے کبھی بھی روزہ یا نماز کی نیت زبان سے نہیں کی۔

تو کیا تم زبان سے نیت کر کے رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کرنا چاہتے ہو۔۔۔؟؟؟ (ک۔گ سنابلی)

عورت کن حالات میں روزہ چھوڑے گی؟

سہیل احمد رحمانی

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو مرد وعورت دونوں کو حصول ثواب کے مواقع عطاء کرتا ہے، اور متقی بننے کا حکم دیتا ہے حصول ثواب اور گناہوں کو معاف کروانے کا ایک اہم ترین ذریعہ اور سنہری موقع رمضان کا مہینہ ہے جس میں روزہ وقیام اور دوسرے نیک اعمال کے سبب پچھلے تمام گناہوں کی مغفرت ہوجاتی ہے سوائے کبیرہ گناہوں کے ، اور یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ اسلام رمضان کی رحمتوں سے عورتوں کو محروم کردیتا لہذا اس نے جس طرح مردوں کو روزے رکھنے کا حکم دیا اسی طرح خواتین کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے ارشاد ربانی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (سورۃ البقرۃ:۱۸۳)

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاو"

اللہ تعالی کے اس حکم میں خواتین بھی اسی طرح شامل ہیں جس طرح مرد شامل ہیں جس طرح مردوں کا متقی ہونا ضروری ہے اسی طرح عورتوں کا بھی اپنے اندر تقوی والی صفت پیدا کرنا ضروری ہے، مرد وعورت دونوں اللہ سے ڈرنے والے بندے بن جائیں تو ان شاء اللہ ایک صالح اور اسلام پسند معاشرہ وجود میں آئے گا۔

پھر ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ اسلام کسی کو مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا ہے، وہ متوسط اور معتدل دین ہے ظاہری بات ہے کہ خواتین کی کچھ مخصوص مشکلات ہیں اسلام نے ان مشکلات کا خیال رکھتے ہوئے ان کو عبادت کے تعلق سے کچھ آسانیاں فراہم کی ہیں انہیں آسانیوں میں سے ایک آسانی یہ ہے کہ اسلام کچھ مخصوص حالات میں عورتوں کو روزہ نہ رکھنے کا حکم دیتا ہے ذیل میں ہم ان مخصوص حالات کا ذکر کررہے ہیں۔

حیض ونفاس:۔

حیض ونفاس کی حالت میں عورتوں کیلئے روزہ رکھنا حرام ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ رمضان کے بعد پاکی کی حالت میں ان چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کریں گی۔

دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جو صحیحین میں ہے((فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلاَ نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلاَةِ...))(صحیح مسلم، کتاب الحیض:۳۳۵،باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض دون الصلاۃ)

''ہمیں روزوں کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا''

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ایک مرتبہ کسی خاتون نے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ عورت روزے کی قضاء کرے گی اور نماز کی قضاء نہیں کرے گی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے مذکورہ الفاظ

فرمائے کہ ہم عورتوں کو روزوں کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ اور یہ امر تعبدی ہے جس میں عقل وقیاس کو دخل نہیں ہے اس میں شریعت کے حکم کی اتباع کی جائے گی۔

حمل و رضاعت :۔

حالت حمل اور حالت رضاعت (یعنی دودھ پلانے کی حالت) میں روزہ رکھنے سے خود ماں کو اور بچے کو نقصان اور ضرر لاحق ہوسکتا ہے لہذا عورت ان دونوں حالتوں میں افطار کرسکتی ہے (یعنی روزہ چھوڑ سکتی ہے) اگر ضرر (نقصان) جس کے پیش نظر اس نے روزہ ترک کیا ہے محض بچے کو لاحق تھا تو چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کرے گی اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے گی، اور اگر ضرر عورت کو بھی لاحق تھا تو اس پر صرف قضاء ضروری ہے۔

﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ..﴾

(سورۃ البقرۃ:۱۸۳)

''اور جو لوگ بمشقت طاقت رکھنے والے ہیں وہ فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔''

اس آیت کے عموم میں حاملہ اور مرضعہ (دودھ پلانے والی عورت) دونوں شامل ہیں

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں : مذکورہ بالا آیت میں حاملہ اور مرضعہ دونوں شامل مانی جائیں گی بشرطیکہ ان کو اپنے اور اپنے بچوں پر خوف لاحق ہو"۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔ اگر حاملہ اپنے جنین (پیٹ کے بچہ) پر خوف محسوس کرتی ہو تو افطار کرے گی، اور ہر دن کے بدلے ایک روزہ رکھنے کے ساتھ ساتھ ایک مسکین کو ایک رطل کھلائے گی۔ (رطل ۴۰۸ گرام کے مساوی ہوتا ہے)

تنبیہ۔

مستحاضہ :۔

(استحاضہ والی عورت) یعنی وہ عورت کہ جس کو بیماری کے سبب حیض کے علاوہ مزید خون آئے اس پر روزہ فرض ہے اس کے لئے افطار (روزہ ترک کرنا) جائز نہیں ہے

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ حائضہ کے افطار کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔ برخلاف مستحاضہ کے، اس لئے کہ استحاضہ کا خون تمام اوقات میں آتا ہے، اس کا کوئی مخصوص اور متعین وقت نہیں ہے کہ اس کے علاوہ دیگر اوقات میں روزہ رکھنے کا اسے حکم دیا جائے، اس سے بچنا بھی ناممکنات میں سے ہے جس طرح از خود قے آجانا، زخم اور پھوڑوں کی وجہ خون کا نکلنا اور احتلام وغیرہ ہے ان کا کوئی وقت نہیں ہوتا کہ ان سے احتراز کیا جائے لہذا یہ تمام امور روزہ کے منافی قرار نہیں دئے جائیں گے، (مجموع الفتاوی۔۲۵/۲۵۱)

حائضہ خاتون روزوں کی قضاء کب کرے گی؟

حائضہ، حاملہ اور مرضعہ پر چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء دوسرے رمضان کے آنے تک واجبی طور پر لازم ہے بہتر ہے کہ چھوٹے ہوئے روزے جلد از جلد رکھ لے اگر رمضان شروع ہونے میں اتنے ہی دن باقی رہ گئے ہوں جتنے دن اس نے روزہ ترک کیا ہے تو پچھلے رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء واجب ہوجاتی ہے ، اسے لازمی طور پر چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کرلینی چاہئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ دوسرا رمضان شروع ہو جائے اور اس پر پچھلے رمضان کے روزوں کی قضاء باقی ہو۔

خاوند کی موجودگی میں نفلی روزے کا حکم :۔

کسی بھی عورت کیلئے اس کے خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں ہے دلیل امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کی روایت کردہ حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں((لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُومَ وَزَوْجُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ))''کسی عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ روزہ رکھے اور اس کا شوہر موجود ہو مگر اس کی اجازت کے بغیر''(صحیح بخاری:۵۱۹۵)

مسند احمد اور امام ابوداود کی بعض روایات میں (الا رمضان) (مسند احمد:۹۷۳۴) کا اضافہ ہے یعنی رمضان کے روزوں کو مستثنی کیا گیا ہے رمضان کے لئے انکو ان کے خاوند کی اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر شوہر نے نفلی روزوں کی اجازت دے دی ہو یا موجود نہ ہو یا کسی کا شوہر ہی نہ ہو تو ایسی عورت کے لئے روزہ رکھنا مستحب ہے خصوصا جن ایام میں روزہ رکھنے کی فضیلت وارد ہے مثال کے طور پر یوم عاشورہ و یوم عرفہ و پیر و جمعرات کے روزے ہیں لیکن عورت کو چاہئے کہ وہ پہلے رمضان کے روزوں کی قضاء کرے اس کے بعد نفلی روزے رکھے۔

اے دن کے روزہ دار رات کو قیام کر

کمال الدین گنوّری

رمضان کا مہینہ با برکت مہینہ ہے، اپنے گناہوں کو اللہ تعالی سے معاف کروانے کا بہترین موقع اور رب دو جہاں کو راضی کرنے کا اہم ترین ذریعہ ہے، اللہ تعالی نے اس مہینہ میں حصولِ ثواب کے کئی مواقع عنایت فرمائیں ہیں، تراویح بھی حصول ثواب اور گناہوں کی بخشش کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

سابقہ گناہ معاف:

خلوصِ دل کے ساتھ صلاۃ التراویح کی ادیئگی سے سابقہ تمام چھوٹے گناہ معاف ہوجاتے ہیں حدیث ملاحظہ فرمائیں؛

((عن أبی هريرة ؓ قـال مـن قام رمضان ايمانا واحتسابا غـفـر له ما تقدّم ذنبه)) (بخاری، مسلم) حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام رمضان کیا اس کے گذشتہ سارے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں (بخاری ۱۸۷۰، مسلم ۱۷۳)

وضاحت: لفظ تراویح، متأخرین علماء کی اصطلاح میں دراصل 'قیام رمضان' کا ترجمہ ہے، لہٰذا آج بھی علماء 'قیام رمضان' کو 'صلوٰۃ التراویح' سے تعبیر وموسوم کرنے میں

کوئی حرج نہیں سمجھتے۔

نماز تراویح دو دو رکعت کر کے پڑھنی چاہئے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے پتہ چلتا ہے ((عـن عـائشةؓ عـنـهـا قـالـت: كـان النّبی ﷺ يـصّـلـی فيـمـا بيـن أن يـفرغ من صلاة العشاء الی الفجر احدی عشـرة ركـعة يسلّـم من كل ركعتين ويوتر بواحدة)) حضرت عائشہؓ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نماز عشاء اور نماز فجر کے درمیان گیارہ رکعت ادا فرماتے، ہر دو رکعات کے بعد سلام پھیرتے اور پھر ساری نماز کو ایک رکعت سے وتر بناتے (مسلم ۱۲۲)

تراویح کے تعلق سے ہمیں اپنے اندر مزید شوق وجذبہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے عموماً ہوتا یہ ہے کہ رمضان کے شروع کے دو تین دن تو مسجدوں میں صلاۃ التراویح کے لئے خوب رونق نظر آتی ہے لیکن پھر آہستہ آہستہ یہ رونق اور ہجوم کم ہونے لگتا ہے حتی کہ وہی پانچ وقتوں کے نمازی باقی رہ جاتے ہیں اس لئے ہمیں چاہئے کہ پہلے دن والے جذبۂ عبادت وشوق ریاضت کو آخری دن تک برقرار رکھیں۔

مسئلہ رکعات تراویح کا:

برسوں سے یہ مسئلہ موضوع بحث بنا ہوا ہے کہ تراویح کی رکعات کی

تعداد کتنی ہے؟ آٹھ یا بیس؟ دیگر موضوعات کی طرح اس موضوع پر بھی مناظرے ہو چکے ہیں، طرفین کی طرف سے پمفلٹ واشتہارات سے لیکر بڑی بڑی کتب تک منظر عام پر آچکی ہیں، جن سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے رمضان میں آٹھ رکعت تراویح اور تین وتر پڑھنا ہی صحیح احادیث سے ثابت ہے تاہم یہاں پر ہم لمبی چوڑی بحث کرنے کے بجائے مختصراً آٹھ رکعات تراویح کا ثبوت پیش کرنا پسند کریں گے۔

صحیح سند سے آٹھ رکعات ہی ثابت ہیں:

آپ ﷺ کی رمضان کی نماز (تراویح) کے متعلق ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا: ((کیف کان صلاۃ رسول اللّٰہ ﷺ فی رمضان)) یعنی رمضان میں رسول اللہ ﷺ کتنی رکعات نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا: ((ما کان رسول اللّٰہ ﷺ یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشر رکعۃ (بخاری: ۱۱۴۷) یعنی آپ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے نہ رمضان میں، نہ غیر رمضان میں (بخاری) بخاری شریف کی یہ حدیث رکعات تراویح کی تعداد کے سلسلے میں فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے۔

نیز حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں: ((صلّی بنا رسول اللّٰہ ﷺ فی شھر رمضان ثمان رکعات واوتر)) (ابن خزیمہ: ۱۰۷۰، ابن حبان: ۲۴۰۹) "رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے مہینہ میں آٹھ رکعتیں پڑھائیں اور وتر ادا کی"

واضح رہے کہ اس حدیث کے سلسلے میں اگر کوئی یہ کہے کہ اس میں تراویح کی وضاحت نہیں ہے لہٰذا ممکن ہے کہ یہ کسی اور نماز کے بارے میں ہو، تو اسے اسکی غلط فہمی یا ہٹ دھرمی وموزوری پر محمول کیا جائے گا کیونکہ حدیث میں 'ثمان' (آٹھ) کا ذکر ہے اور کوئی نماز ایسی نہیں ہیکہ جو جماعت سے ادا کی جاتی ہو اور اس کی تعداد رکعات آٹھ ہو نیز آخری لفظ 'اوتر' (یعنی آپ نے وتر ادا کئے) بھی اسی چیز پر دلالت کرتا ہے کہ یہ تراویح کی نماز تھی، لہٰذا ثابت ہوا کہ رمضان میں آٹھ رکعات تراویح ادا کرنا ہی سنت ہے۔

اور اب سعودی کا حوالہ:

بعض لوگ بیس رکعات کو ثابت کرنے کے لئے بڑے ہی پر جوش انداز میں سعودی عرب کا حوالہ دیتے ہیں کہ وہاں بھی بیس ہوتی ہے۔ سب سے پہلے تو ہم ان کی معلومات میں اضافہ کیلئے عرض کردیں کہ میاں آپ کی یہ خوش فہمی درست نہیں کہ سعودی عرب میں بیس ہوتی ہیں، بلکہ یہ کہئے کہ حرمین میں بھی بیس ہوتی ہے رہا معاملہ سعودی عرب کی دوسری مساجد کا تو وہاں آٹھ رکعات ہی ادا کی جاتی ہیں ﴿فاسئلوا اھل الذّکر ان کنتم لا تعلمون﴾ دوسری بات یہ کہ سعودی ہمارے لئے دلیل نہیں ہے، ہم نے کبھی نہیں کہا کہ رفع یدین، فاتحہ خلف الامام اور آمین بالجہر پر اس وجہ سے عمل کرنا چاہئے کہ حرمین میں ان پر عمل ہوتا ہے بلکہ ہمارا اعلان تو یہ ہے کہ رفع یدین ہر مسلمان کو اس وجہ سے کرنا چاہئے کیونکہ جناب محمد رسول ﷺ بھی نماز میں رفع یدین کرتے تھے، امام کے پیچھے سورہ فاتحہ اس وجہ سے ضروری ہیکہ آپ ﷺ نے اس کے بغیر نماز کے نہ ہونے کی بات کہی ہے، گویا ہمارے لئے دلیل قرآن وحدیث ہے سعودی عرب نہیں۔

پھر ہم اپنے بھائیوں سے سوال کرتے ہیں کہ اگر آپ کی دلیل حرمین شریفین ہی ہے تو یہ اصول تمام مسائل میں ہونا چاہئے نا؟ یہ کونسی بات ہوئی کہ آپ کو وہاں کی بیس رکعات تو نظر آتی ہیں لیکن ان بیس رکعتوں کی ہر رکعت میں رکوع سے پہلے اور بعد کا رفع یدین آپ کو نظر نہیں آتا ان بیس رکعاتوں کی ہر رکعت میں امام صاحب کے ولا الضالین کے بعد امام سمیت تمام مقتدیوں کا زور سے آمین کہنا آپ کو سنائی نہیں دیتا؟ ہمارے شریف، 'غیر شریف' بھائیو! سیدھی سی بات ہے کہ اگر حرمین یا سعودی عرب کو دلیل مانتے ہو تو تمام مسائل میں مانو نا؟ ایک مسئلہ میں نگاہوں کا تیز کر لینا اور باقی مسائل میں اندھا بن جانا یہ دو رخی نہیں تو اور کیا ہے...؟؟؟

خیر ساری باتیں چھوڑو اور حدیث شریف کا قطعی فیصلہ اب بھی مان جاؤ کہ "تراویح" صرف اور صرف آٹھ رکعات ثابت ہیں مع تین وتر گیارہ رکعات کی ادئیگی سنت رسول ﷺ ہے۔

کیونکہ تم روزہ دار ہو۔۔۔۔۔۔۔
کمال الدین سنابلی
رمضان کریم
اس مہینہ کا تحفہ
روزہ
یعنی حصولِ ثواب کا۔۔۔۔۔
گناہوں کی معافی کا۔۔۔۔۔
اور
اپنے رب کو راضی کرنے کا۔۔۔۔
ایک اہم ترین ذریعہ
اس روزہ کا مقصد تم نے کیا سمجھا؟
صرف یہ کہ صبح صادق سے لے کر مغرب تک
تمہیں کچھ کھانا نہیں ہے۔۔۔
کچھ پینا نہیں ہے۔۔۔
نمازوں کی پابندی کرنی ہے۔۔۔۔
اور بس!!!!
نہیں
ہرگز نہیں۔۔۔
روزہ کا مقصد صرف اتنا ہی نہیں ہے
روزہ آپ کی پوری زندگی میں تبدیلی چاہتا ہے
نہ صرف رمضان میں
بلکہ
رمضان کے بعد والی زندگی میں بھی۔۔۔
رمضان تو موقع ہے مشق کا۔۔
اطاعت وفرمانبرداری کی مشق۔۔
گناہوں سے بچنے کی مشق۔۔
جھوٹ اور غیبت یوں تو عام دنوں میں بھی ناجائز ہیں
لیکن۔۔۔!
روزہ کی حالت میں بدرجہ اولی ناجائز ہیں
اب آپ کو۔۔۔
جھوٹ نہیں بولنا ہے۔
غیبت نہیں کرنی ہے۔
گالی گلوج سے بھی بچنا ہے
فحش باتوں اور بیہودگی سے مکمل اجتناب کرنا ہے تمہیں۔۔
تمہیں کسی سے لڑنا بھی نہیں ہے
اگر کوئی تمہیں گالی دے یا لڑے
تو تم اسے نہ گالی دو نہ لڑو
بلکہ اس سے کنارہ کش ہو جاؤ
کیونکہ تم روزہ دار ہو۔
Islamic Information Centre
"Welcome to Knowledge.
Welcome to Understanding"
Ahlus Sunnah ● September,11

ہمارے روزے اور ہم

محمد جاوید رحمانی

رمضان کریم کا سب سے بڑا مقصد ہے کہ بندہ اپنے آپ کو گناہوں سے بچالے۔اس کے اندر تقویٰ جیسی عظیم صفت پیدا ہو جائے ،جس طرح خود کو گناہوں سے بچایا اور بری عادتوں سے دور رکھا اور جن کے متعلق وہ یہ سمجھتا تھا کہ وہ انھیں کبھی نہیں چھوڑ پائے گا ان سے کنارہ کش رہ کر پورا ایک مہینہ گزار دیا انہیں ماہِ رمضان کے بعد بھی ترک کردے۔اور یہی حقیقت میں تقویٰ ہے کہ اللہ کی رضا کی خاطر اور اللہ کے خوف سے گناہوں کو ترک کیا جائے۔روزہ کا مقصد بیان کرتے ہوئے اللہ رب العالمین نے فرمایا''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلوں پر فرض کئے گئے تھے،تا کہ تم تقوی اختیار کرو''۔(بقرہ:۱۸۳)

مگر افسوس! جیسے ہی رمضان کا مہینہ ختم ہوتا ہے، وہ انسان جس نے اللہ کی رضا کی خاطر حلال چیزوں کو چھوڑا تھا،حرام چیزوں کو اللہ کے خوف سے ترک کیا تھا وہی بندہ پھر حرام کاموں میں ملوث ہو جاتا ہے ۔آخر وجہ کیا ہے کہ ہمارے روزے وہ اثر نہیں پیدا کر پاتے جس مقصد کے لئے رمضان کا مہینہ آتا ہے۔اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان ہے: جو ایمان رکھتے ہوئے اور ثواب کی امید میں روزہ رکھے اس کے تمام پچھلے گناہوں کو معاف کردیا جائے گا۔(متفق علیہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، بخاری: کتاب الایمان: باب صوم رمضان احتسابا من رمضان:۳۸)

اس ایمان سے مراد کیا ہے؟ کیا یہی کہ ہم نے رمضان میں گناہوں کو ترک کیا اور رمضان بعد پھر اپنی پرانی حالت پر واپس لوٹ گئے؟ نہیں، بلکہ رمضان کی تربیت پانے کے بعد پورے سال کے لئے گناہوں سے رک جانا ہے۔ورنہ ایسے روزے کا کیا فائدہ جو ہمیں گناہوں سے دور رکھ سکے اور نہ ہماری مغفرت کرا سکے۔

اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: مجھ سے جبرئیل علیہ السلام نے کہا: نامراد ہوا ایسا شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اپنی مغفرت نہ کرا سکا؟

تو میں نے کہا: آمین۔(ترمذی: ابواب الدعوات: ۳۵۴۵، حاکم: کتاب البر والصلۃ: ۷۲۵۶)(صحیح لغیرہ: صحیح الادب المفرد: 501)

کیا، اس مغفرت سے مراد صرف یہی ہے کہ رمضان کا مہینہ ہمارے گناہوں کو معاف کرادے نہیں بلکہ اس مغفرت سے مراد یہ بھی ہے کہ رمضان کے مہینہ میں ہماری ایسی تربیت ہوجائے کہ پھر کبھی اس گناہ کی طرف پلٹ کر نہ دیکھیں جو رمضان کے آنے سے پہلے کیا کرتے تھے۔ تاکہ وہ برائی دوبارہ سرزد نہ ہو جس کی بنیاد پر ہمیں گناہ ملے۔

آیئے! ہم ان اسباب کو دیکھیں جن کی بنیاد پر ہمارے روزے موثر نہیں ہوتے اور ہم رمضان کے بعد بھی برائیوں میں پھنسے رہتے ہیں جن کی بنیاد پر ہم مغفرت کے سچے حقدار نہیں بنتے۔

کچھ اسباب یہ ہیں:

فرض اور نفل نمازوں سے دوری

آج ہم روزہ تو رکھتے ہیں لیکن عبادات کی اصل یعنی نماز کی پابندی نہیں کرتے جو کہ اصل میں گناہوں سے روکنے والی ہے تو ہمارے روزے میں اثر کہاں سے پڑے گا؟ غور کریں، روزہ عظیم عبادت ہے اور اسے ہمارے لئے سودمند بنانے والے اسباب میں سے بڑا سبب نماز ہے، وہی لوگوں کو برائیوں سے روکنے والی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''بے شک نماز فحش اور منکر کاموں سے روکنے والی ہے''۔(سورہ عنکبوت: 45)

قیامت کے روز سب سے پہلے جس چیز کا حساب ہوگا، وہ نماز ہے اگر وہ درست ہوئی تو ہمارے سارے اعمال درست ہوں گے اور اسی کی بنیاد پر کامیابی ملنے والی ہے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: بندے سے سب سے پہلے قیامت کے روز جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اگر وہ درست ہوگئی تو کامیاب ہوگیا اور فلاح پا گیا اور اگر اس میں بگاڑ ہوا تو وہ نامراد ہوا اور نقصان اٹھایا اور اگر اس کے فریضہ میں کچھ کمی رہی تو اللہ رب العالمین کہے گا دیکھو کیا میرے بندے کا کوئی نفل ہے تو اس کے ذریعہ سے اس کے فریضہ کی کمی کو پورا کیا جائے گا پھر اسی طرح سارے اعمال کا حساب ہوگا۔(ترمذی: ابواب الصلاۃ: باب ماجاء ان اول ما یحاسب بہ العبد: ۴۱۳، نسائی: کتاب الصلاۃ: باب المحاسبۃ علی الصلاۃ: ۴۶۵، ابن ماجہ: ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ)(صحیح)(صحیح الجامع: ۲۰۲۰)

فرائض میں کوتاہی کی اصل وجہ نوافل سے بے اعتنائی برتنا ہے، لوگوں نے مؤکدہ سنتوں اور نوافل کو کمتر سمجھ رکھا ہے جس کی بنیاد پر وہ رمضان میں نوافل سے اور بعد رمضان فرائض سے دور ہوجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے رمضان میں نفل نمازوں کی پابندی پر ابھارتے ہوئے فرمایا ''جو رمضان میں ایمان رکھتے ہوئے اور ثواب کی امید کرتے ہوئے قیام کرے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے''۔(متفق علیہ: ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ)(صحیح بخاری: کتاب صلاۃ التراویح: باب فضل من قام رمضان: ۲۰۰۹)

تلاوت قرآن اور ذکر اللہ سے دوری

کئی لوگ ایسے ہیں جو ماہ رمضان میں بھی جھوٹ اور غیبت سے باز نہیں آتے، گانے باجے اور شعر و شاعری میں مشغول رہ کر قرآن کی تلاوت سے دور رہ جاتے ہیں، روزہ کی حالت میں بھی زبان کی حفاظت نہ کرنا لڑائی جھگڑے اور گالی گلوچ کرتے رہنا رمضان کے بعد انہیں زبان کی اور بڑی بڑی برائیوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اگر کوئی بندہ حقیقت میں ان برائیوں سے رکنا چاہتا ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ خود کو تلاوت قرآن اور ذکر اللہ میں مشغول رکھے۔ فضول کی بکواس اور بیہودہ باتوں سے اپنے آپ کو دور رکھے۔ اور یہ اسی وقت ہوگا جب کہ ہمیں اللہ کے ذکر اور تلاوت قرآن کی اہمیت کا احساس ہوگا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کی کتاب سے ایک حرف پڑھے تو اس کے لئے ایک نیکی ہے اور نیکی کا بدلہ اس کے جیسی دس نیکیوں کے برابر ملتا ہے میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔(ترمذی: فضائل القرآن: باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن: ۲۹۱۰)(صحیح الجامع: ۶۴۶۹: صحیح)

جب کہ گالی گلوچ اور لڑائی کرنے والوں کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان ہی کافی ہے کہ جب تم میں کا کوئی روزہ کی حالت

میں صبح کرے تو نہ غلط بات کرے اور نہ ہی جہالت والا کام کرے اور اگر کوئی انسان اسے گالی دے یا اس سے لڑائی کرے تو کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں ۔ (متفق علیہ: ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ) (صحیح بخاری: کتاب الصوم: باب فضل الصوم: ۱۸۹۴، صحیح مسلم: کتاب الصیام: باب حفظ اللسان للصائم: ۱۱۵۱)

رمضان اور قرآن کا بڑا گہرا تعلق ہے یہی وجہ ہے کہ رمضان میں اللہ کے رسول ﷺ جتنی سورتیں نازل ہوچکی ہوتی سب ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام کو سنایا کرتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ اور زیادہ سخی ہوجاتے جب رمضان میں جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات کرتے ، آپ ان سے رمضان کی ہر رات میں ملتے اور ان سے قرآن کا درس لیتے ، تو اللہ کے رسول ﷺ ایک تیز وتند ہوا سے بھی زیادہ بھلائی میں سخی ہوجاتے ۔ (بخاری: کتاب الصوم: باب اجود ما کان النبی ﷺ یکون فی رمضان: ۱۹۰۲)

لیکن ، اسی نبی کے پیروکار سال تو کیا رمضان میں بھی قرآن سے دوری اختیار کر لیتے ہیں ، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ کے رسول ﷺ اللہ رب العالمین کے پاس ہمارے خلاف رپورٹ لکھوادیں ، اور یہ ہوگا ... ! کہ سید البشر والانبیاء اپنے امتیوں کے خلاف کائنات کے رب کے پاس شکایت کریں گے ، اللہ تعالی نے فرمایا: اور رسول کہیں گے اے میرے رب ! بیشک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا تھا ۔ (فرقان : ۳۰) سوچئے ، سید الانبیاء نے جن کے خلاف رپورٹ لکھائی ہوایسے مجرموں کی سفارش کے لئے کون آنے کی جرات کرے گا .... ؟

اس آیت کی تفسیر ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں: کہ اس پر ایمان کو چھوڑ دیا تھا ، اور اس کے چھوڑنے کا معنی یہ کہ اس کی تصدیق کو ترک کر دیا جائے ، اور اس میں غور وفکر اور اس کو سمجھنا چھوڑ دیا جائے ، اور اس پر عمل کو ترک کر دیا جائے ، اور اس کے اوامر اور منہیات کو نظر انداز کر دیا جائے ، اور اس کو چھوڑ کر شعر وشاعری یا لوگوں کے اقوال اور گانے ، لھولعب کی چیز یا کسی کی بات یا طریقہ کو اپنا لینا یہ بھی قرآن کو ترک کرنا ہے ۔ (تفسیر ابن کثیر)

جن لوگوں کے گھر اللہ کے ذکر سے غافل رہتے ہیں ان کی مثال دیتے ہوئے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: اس گھر کی مثال جس مین اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو اور ایسا گھر جس میں اللہ کا ذکر نہ کیا جائے زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ (مسلم: کتاب صلاۃ المسافرین: باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ: ۷۷۹: ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ) لیکن ہمارے گھر اللہ کے ذکر سے غافل بھی رہتے ہیں اور ساتھ ساتھ گانے باجوں کے شور سے شیطانوں کو سکون بھی پہنچاتے رہتے ہیں ۔ ۔ الامان والحفیظ

دعا سے غفلت

روزہ داروں کے لئے سب سے بڑا انعام دعا کی قبولیت کا ہے ، روزہ دار جو بھی دعا کرتا ہے اللہ رب العالمین اسے قبول فرماتا ہے ، لیکن افسوس کی ہم نے خود کو اس نعمت سے بھی محروم کر رکھا ہے ۔ ایک بندے کو یہ توفیق ہی نہیں ہوتی کہ وہ اللہ سے یہ دعا مانگے کہ اے اللہ ، مجھے نیک انسان بنا ، مجھے جنت میں داخل کر ۔ رمضان کے علاوہ میں تو روزہ رکھا نہیں جاتا ، رمضان میں روزہ رکھتے ہوئے بھی اس عظیم نعمت سے محرومی اختیار کئے رہتے ہیں ۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: تین لوگوں کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں: روزہ دار کی دعا ، اور مظلوم کی دعا اور مسافر کی دعا ۔ (شعب الایمان للبیہقی: کتاب الصیام: فضائل الصوم: ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ) (صحیح: صحیح الجامع: ۳۰۳۰)

یہ کچھ اسباب تھے جن کی بناء پر روزہ موثر نہیں ہوتا یہ اور ان کے علاوہ کئی ایسی غلطیاں ہیں جو روزے دار کرتے ہیں اور اپنے روزوں کی اہمیت کو کم کر دیتے ہیں ۔

کئی لوگ ہیں جو سحری کھانے کے بعد فجر کی نماز پڑھے بغیر سو جاتے ہیں ، اور پھر اپنا سارا دن نماز سے غافل رہ کر سونے میں گذار دیتے ہیں اور ان کی مسلسل یہی عادت انھیں ماہ رمضان کے بعد بھی فجر جیسی اہم نماز سے غافل کر دیتی ہے ، جس کے متعلق اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ یہ نماز منافقوں پر سب سے زیادہ بھاری ہوتی ہے ۔ (متفق علیہ ، بخاری: کتاب الاذان: باب فضل العشاء فی الجماعۃ: 657) اس

طرح وہ اپنا نام منافقوں کی لسٹ میں داخل کرا دیتے ہیں۔

وہیں بچوں اور جوانوں کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ سحری کھانے کے بعد کھیل کود میں لگ جاتے ہیں اور پھر تھک ہار کر سارا دن سونے میں گذار دیتے ہیں، کئی تو ایسے ہیں جنھوں نے ماہ رمضان کو کھیل کود اور موج مستی کا مہینہ بنا رکھا ہے۔ جب کہ وقت اور جوانی اللہ رب العالمین کی نعمتوں میں سے ہیں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو: تمہاری زندگی کو موت سے پہلے، اور تمہاری صحت کو بیماری سے پہلے، اور تمہارے خالی وقت کو تمہاری مشغولیت سے پہلے، اور تمہاری جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اور تمہاری امیری کو غریبی سے پہلے۔(حاکم: کتاب الرقاق: ۷۸۴۷، شعب الایمان للبیہقی: الزھد وقصر الامل: ۹۶۷، ابن عباس رضی اللہ عنہ) (صحیح: صحیح الجامع: ۱۰۷۷)

اسی طرح خواتین اپنا وقت افطار کے لئے خریداری اور باورچی خانے (کچن) میں ضائع کر دیتی ہیں۔ بہنو! یہ کھانے پینے اور شاپنگ کا مہینہ نہیں بلکہ اللہ کے ذکر اور اس سے قربت کا مہینہ ہے۔ ماہ رمضان میں زیادہ سے زیادہ عبادت کر کے اپنی مغفرت کرا لینے میں ہی اصل کامیابی ہے اور جو لوگ کھانے پینے، شاپنگ کرنے، ٹی وی دیکھنے اور گانے باجے سن کر اپنے اوقات کو گذارتے ہیں وہ اپنے روزوں کو فاسد اور برباد کرتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: بہت سے روزے دار جن کا روزہ نہیں ہوتا مگر وہ صرف بھوکا رہنا ہی ہوتا ہے، اور کتنے ہی قیام کرنے والے ان کا قیام کچھ شمار نہیں ہوتا مگر وہ صرف رات جاگنا ہی ہوتا ہے۔(ابن ماجہ: کتاب الصیام: باب ما جاء فی الغیبۃ والرفث للصائم: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) (صحیح: صحیح الجامع: ۳۴۸۸)

اور آخری عشرہ آتا ہی ہمارے نوجوان خود کو ان راتوں میں عبادت کر کے ہزار مہینہ میں راتوں کی عبادت کا ثواب حاصل کرنے کے بجائے لوگوں کو پریشان اور قیمتی اوقات کو ضائع کرتے ہیں اور خود کو بھلائیوں سے محروم کر دیتے ہیں۔ انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رمضان آیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: بیشک یہ جو مہینہ تمہارے پاس آیا ہے، اس میں ایک رات ہے جو کہ ہزار مہینہ کی راتوں سے بہتر ہے، جو اس سے محروم کر دیا گیا تو گویا کہ وہ ہر بھلائی سے محروم کر دیا گیا، اور اس کی بھلائی سے صرف محروم ہونے والا ہی محروم ہوتا ہے۔(ابن ماجہ: کتاب الصیام: باب ما جاء فی فضل شھر رمضان: انس بن مالک رضی اللہ عنہ) (حسن: صحیح الجامع: ۲۲۴۷) اور شاپنگ کرنے کے بجائے بہنیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس بیان پر غور کریں کہ جب آخری عشرہ آتا تو نبی ﷺ اپنی کمر کس لیتے اور اس عشرہ کی راتوں کو جاگتے اور اپنے گھر والوں کو جگاتے۔(متفق علیہ: عائشہ رضی اللہ عنہا) (بخاری: کتاب صلاۃ التراویح: باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان: ۲۰۲۴)

روزہ کا اصل مقصود

* روزہ وہ ہے جو ہمیں پرہیز گاری کا سبق دے۔
* روزہ وہ ہے جو ہمارے اندر تقویٰ اور طہارت پیدا کرے۔
* روزہ وہ ہے جو ہمیں صبر وتحمل، شدائد وتکالیف کا عادی بنادے۔
* روزہ وہ ہے جو ہماری تمام بہیمی قوتوں اور غضبی خواہشوں کے اندر اعتدال پیدا کرے۔
* روزہ وہ ہے جس سے ہمارے اندر نیکیوں کا جوش، راست بازی کی شیفتگی اور برائیوں سے اجتناب کی قوت پیدا ہو۔
* یہی چیز روزہ کا اصل مقصود ہے، اور باقی سب کچھ وسائل وذرائع ہیں۔
* اگر یہ فضیلتیں ہمارے اندر نہ ہوئیں تو پھر روزہ، روزہ نہیں ہے، بلکہ محض بھوک کا عذاب اور پیاس کا دکھ ہے۔

(مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ)

فقہ و فتاوی

سعودی علماء

روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا

۱۔سوال : کیا روزے کی حالت میں دانتوں کی صفائی کے لیے ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنی جائز ہے؟

الحمدللہ :

فضیلۃ الشیخ ابن باز رحمہ اللہ تعالی سے ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا توان کا جواب تھا :

جس طرح روزے دار کے لیے مسواک کرنا جائز ہے، اسی طرح اگر ٹوتھ پیسٹ میں سے کچھ نگلا نہ جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ...

دیکھیں : فتاوی الشیخ ابن باز (4 / 247)

اور شیخ محمد صالح بن عثیمین رحمہ اللہ کا کہنا ہے

اس میں سے یہ بھی نکلتا ہے کہ: کیا روزے دار کے لیے ٹوتھ پیسٹ اور برش استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب :

جائز ہے، لیکن بہتر یہی ہے کہ اسے استعمال نہ کیا جائے، کیونکہ اس میں حلق تک جانے کی قوت ہوتی ہے، ٹوتھ پیسٹ دن کو استعمال کرنے کی بجائے رات کو استمال کر لی جائے۔

دیکھیں : الشرح الممتع ابن عثیمین (6/ 408 - 407)

واللہ علم .

روزہ دار کا انجکشن لگوانا

۲۔سوال : رمضان المبارک میں دن کے وقت غذائی وغیرہ انجکشن سے علاج کا کیا حکم ہے؟

الحمدللہ

رمضان المبارک میں دن کو روزہ دار ٹیکے سے علاج کرواسکتا ہے، لیکن غذائی ٹیکے لگانے جائز نہیں کیونکہ یہ کھانے پینے کے حکم میں آتے ہیں، لھذا رمضان المبارک میں یہ روزہ افطار کرنے کا ایک حیلہ بنتا ہے۔

لیکن ہر قسم کا ٹیکہ رات کو لگانا زیادہ بہتر ہے۔

اللہ تعالی سبحانہ وتعالی ہی توفیق بخشنے والا ہے۔ .

دیکھیں فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء (10 / 252)

دمہ کے لیے سپرے (SPRAY) استعمال کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

سوال: کیا دمہ کے مریض کا بطور علاج منہ کے ذریعہ سپرے (SPRAY) استعمال کرنا روزے کو فاسد کر دیتا ہے؟

الحمدللہ:

رمضان المبارک میں روزے کی حالت میں دمہ کی سپرے کا استعمال روزے کو فاسد نہیں کرتا۔

دمہ کی سپرے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ وہ پریشر گیس ہوتی ہے جو پھیپھڑوں میں جاتی ہے اور وہ کھانا نہیں، دمہ کا مریض ہر وقت رمضان اور غیر رمضان دونوں حالتوں میں اس کا محتاج رہتا ہے۔

دیکھیں فتاوی الدعوۃ ابن باز عدد نمبر (979)

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ تعالی کا کہنا ہے :

یہ سپرے بخار (بھاپ) بن جاتی ہے اور معدہ میں نہیں جاتی، اس لیے ہم یہ کہیں گے: آپ روزے کی حالت میں اسے استعمال کر سکتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

دیکھیں فتاوی ارکان الاسلام صفحہ (475) ۔

مستقل فتوی کمیٹی (اللجنۃ الدائمۃ) کے علماء کرام کا کہنا ہے :

مریض جو دمہ کی دوا سونگھ کر استعمال کرتا ہے وہ سانس کے ذریعہ پھیپھڑوں تک جاتی ہے نہ کہ معدہ میں، لھذا یہ کھانا پینا نہیں اور نہ ہی اس کے حکم میں آتی ہے۔۔۔ظاہر یہ ہوتا ہے کہ اس دوا کے استعمال سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ دیکھیں فتاوی اسلامیۃ (1 / 130)

واللہ اعلم ۔

حکومت ہند کی خدمت میں
جو رمضان میں سیاسی افطار پارٹی کرواتی ہے:

ہے پیار روزے سے تو مسجدیں بھی لوٹائو
بنا نماز کے روزہ ادھورا رہتا ہے۔۔۔

شب قدر

ایک عمر عبادت کے لئے کافی نہیں ہے
اک رات مگر ایسی عطا ہم کو ہوئی ہے
جس رات میں برسوں کی عبادت کا صلہ ہے
جس رات سزا کچھ بھی نہیں صرف جزا ہے
یہ رات فضائل کی ہے برکات کی شب ہے
یہ رات فرشتوں سے ملاقات کی شب ہے
یہ رات ریاضت کی مناجات کی شب ہے
یہ رات فقط لطف وعنایات کی شب ہے
اس رات ہوئی نعمتِ قرآنی کی تکمیل
روشن ہوئی اس رات ہی ایمان کی قندیل
اس رات کے لمحے میں تقدیس ہے شامل
یہ رات اگر مل جائے تو ہے زیست کا حاصل
اس شب کو گنہگار بھی قدرت کو ہیں پیارے
اس رات کو لگتی ہے ہر اک کشتی کنارے
زاہد کی بھی یہ بندۂ عاصی کی بھی شب ہے
تفریق کبھی تھی بھی نہیں آج بھی کب ہے
اس شب کے انعامات کی تفصیل نہ تاویل
اس رات صبح تک ہے عنایات کی ترسیل
اس رات کی ہر بات ہے تعریف کے قابل
تکریم میں لاثانی ہیں اس شب کی نوافل
اے خالق کونین ہمیں شئے وہ عطا ہو
جو دہر کی ہر چیز سے بالا ہو، سوا ہو

(سالک بستوی)

یہ مال فتنہ نہ بن جائے تمہارے لئے

ابن عبدالوہاب سلفی

زکاۃ کی لغوی تعریف: لفظ زکاۃ ''بڑھنا، نشونما پانا اور پاکیزہ ہونا ''کے معانی میں مستعمل ہے (المنجد(۳۳۹)القاموس المحیط (۱۱۶۳))

زکاۃ کو زکاۃ اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے زکاۃ دینے والے کا مال بڑھ جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ﴿ویربی الصّدقات﴾ اللہ تعالی صدقات کو بڑھا دیتا ہے (البقرۃ:۲۷۶) اور حدیث نبوی ہے ((مانقصت صدقة من مال))''صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا ہے،، (مسلم: باب استحباب العفو والتواضع (۵۲۸۸) أحمد (۳۲۳۵/۲) ترمذی(۲۰۲۹)) قرآن مجید میں زکاۃ کے لئے لفظ صدقہ کا استعمال ہوا ہے (خذ من اموالهم صدقة تطهّرهم وتزكّيهم بها) آپ ان کے مالوں سے صدقہ لیں جن کے ذریعہ آپ انہیں گناہوں سے پاک کردیں اور ان کے اجر اور مال میں اضافہ کریں (سورہ توبہ:۱۰۳)

زکاۃ کی شرعی تعریف: امام شوکانیؒ فرماتے ہیں (اعطاء جزء من النصاب الى فقير ونحوه غير متصف بمانع شرعي يمنع من الصّرف اليه ووجوب الزّكاة امر مقطوع به في الشّرع)'' زکاۃ ایسا حق ہے جو مال میں واجب ہے جسے کسی فقیر یا اس کے مثل (یا اس کے علاوہ شریعت کے بتائے ہوئے) کسی شخص کو ادا کیا جاتا ہے جبکہ وہ کسی شرعی مانع کے ساتھ متصف نہ ہو'' (نیل الأوطار (۷۶/۳) المغنی (۵۷۲/۲))

صاحب قاموس نے زکاۃ کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے ((ما اخرجه من مالك لتطّهره به)) اپنے مال کو پاک کرنے کی غرض سے جو چیز آپ نکالیں وہ زکاۃ ہے (القاموس

المحیط (۱۱۶۳))

فرضیت زکاۃ کا وقت:

اس کے وقت فرضیت میں علماء کا اختلاف ہے اکثر علماء کا خیال ہے کہ ۲ھ میں صیام رمضان کی فرضیت سے پہلے فرض ہوئی اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ فرض تو مکہ ہی میں ہوگئی تھی لیکن اس کے تفصیلی احکام مکہ میں ۲ھ کو نازل ہوئے۔(نیل الأوطار (۱۳۸/۴))

فرضیت زکاۃ کی حکمتیں:

(۱) تاکہ مال پاکیزہ وبابرکت ہو جائے (۲) فقراء ومساکین کی مدد و تعاون کے لئے (۳) انسان کا نفس بخیلی و کنجوسی جیسی بری صفات و گناہوں سے محفوظ ہو جائے (۴) مال کی نعمت کی وجہ سے انسان پر جو اللہ کا شکر لازم آتا ہے وہ ادا ہو جائے (الفقہ الاسلامی وادلتہ (۱۷۹/۳))

زکاۃ کی اہمیت وفضیلت:

توحید وصلاۃ کے بعد زکاۃ اسلام کا ایک انتہائی اہم رکن ہے قرآن مجید میں اس کا ذکر ۸۲ مرتبہ تاکیدی حکم کے ساتھ آیا ہے صرف امت محمدیہ پر فرض نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے کی امتوں پر بھی فرض تھی قرآن مجید میں زکاۃ ادا کرنے والوں کو سچا مومن قرار دیا گیا ﴿الّذین یقیمون الصّلاۃ وممّا رزقناھم ینفقون اولئک ھم المومنون﴾ ''وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں وہی سچے مومن ہیں'' (سورہ انفال:۳،۴) اور حدیث نبوی ہے ((بنی الاسلام علی خمس.........وایتاء الزّکاۃ)) ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے ان میں سے ایک زکاۃ بھی ہے'' (بخاری(۸))

زکاۃ ادا کرنے سے نہ صرف گناہ معاف ہوتے ہیں بلکہ اللہ تعالی نے ایسے مال میں اضافہ کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے اللہ رب العالمین فرماتا ہے (وما اوتیتم من زکاۃ تریدون وجہ اللہ فاولئک ھم المضعفون) ''اور جو زکاۃ تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دیتے ہو اس سے دینے والے ہی اپنے مال میں اضافہ کرتے ہیں'' (سورہ روم:۳۹)

زکاۃ دینی بھائی چارے کے شروط میں سے ایک شرط ہے فرمان الٰہی ہے ﴿فان تابو واقاموا الصّلاۃ واتوا الزّکاۃ فاخوانکم فی الدّین﴾ ''پس اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکاۃ دیتے رہیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں'' (سورہ توبہ:۱۱)

جنت الفردوس کے وارث بننے والے مومنوں کی جو اللہ نے صفات بیان فرمائی ہے ان میں سے ایک زکاۃ ادا کرنا ہے فرمان الٰہی ہے (والّذین ھم للزّکاۃ فاعلون) ''اور جو زکاۃ ادا کرنے والے ہیں'' (سورہ مومنون:۲) اور حدیث نبوی ہے حضرت ابوایوبؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول ﷺ سے کہا ''مجھے ایسا عمل بتائیے جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟ تو آپ نے فرمایا: ((تعبد اللّٰہ لا تشرك بہ ،وتقیم الصّلاۃ المکتوبۃ، وتوتی الزّکاۃ ،وتصل الرحم)) ''اللہ ہی کی عبادت کرتے رہو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ، اور فرض نماز پابندی سے ادا کرتے رہو، اور زکاۃ ادا کرتے رہو، اور صلہ رحمی کرتے رہو'' (متفق علیہ: باب صلۃ الرحم))

زکاۃ نہ دینے والے کا انجام:

جیسا کہ سابقہ سطور میں گذر چکا ہے کہ زکاۃ فرض ہے اور اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے چنانچہ جو شخص اس کی فرضیت سے انکار کرتا ہو وہ یقیناً کافر اور مرتد ہے اس کے اندر کفر کی علامت پائی جاتی ہے ﴿ویل للمشرکین الّذین لا یوتون الزّکاۃ وھم بالاخرۃ ھم کافرون﴾ ''تباہی ہے ان مشرکوں کے لئے جو زکاۃ ادا نہیں کرتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں'' (سورہ حم السجدہ:۶-۷) نیز حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے خلیفہ بننے کے بعد جن لوگوں نے زکاۃ ادا کرنے سے انکار کیا تھا آپ نے ان کے خلاف جنگ کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا ((واللّٰہ لو منعونی عقالا کانوا یودّونھا الرّسول ﷺ لقاتلھم علی منعھا)

''اللہ کی قسم! جولوگ ایک رسّی بھی آنحضرت کو دیا کرتے تھے اگر مجھے نہیں دیں گےتو میں ان سے جنگ کرونگا'' (بخاری: باب الاقتداء بسنن رسول اللہ (۷۲۸۴)) آخرت میں ایسے لوگوں کو جو سزا دی جائے گی اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے﴿ولا یحسبنّ الّذین یبخلون بما اتاھم اللّٰہ من فضلہ ھو خیراً لھم بل ھو شرّ لھم سیطوّقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ﴾ ''جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں کنجوسی کو اپنے لئے بہتر خیال نہ کریں بلکہ وہ ان کے لئے نہایت بدتر ہے، عنقریب قیامت والے دن یہ اپنی کنجوسی کی چیز کے طوق ڈالے جائیں گے'' (ال عمران: ۱۸۰) اور ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿والّذین یکنزون الذّھب والفضّۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشّرھم بعذاب الیم یوم یحمیٰ علیھا فی نار جھم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنزتم تکنزون﴾ ''دردناک عذاب کی خوشخبری سنادوان لوگوں کو جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں لیکن اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیوں پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا یہ وہ خزانہ ہے جسے تم اپنے لئے سنبھال سنبھال کر رکھتے تھے اب اپنے خزانے کا مزہ چکھو'' (سورہ توبہ: ۳۴-۳۳) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا'' جسے اللہ نے مال عطا کیا لیکن اس نے زکاۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن اس کا مال زہریلے گنجے سانپ کی شکل اختیار کرے گا جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہونگے اور وہ اس کے گلے کا ہار ہوگا اور اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں (بخاری: کتاب الزکاۃ: باب اثم مانع الزکاۃ (۱۴۰۳))

زکاۃ کے فوائد:

(۱) زکاۃ کی ادئیگی سے مالدار اور فقیر دونوں اجر وثواب کے مستحق ہوتے ہیں مالدار خرچ کرکے اور فقیر صبر وشکر کرکے۔

(۲) زکاۃ کی ادئیگی سے مالدار اور فقیر کے درمیان محبت پیدا ہوتی ہے اور یوں معاشرہ بغض وعداوت، نفرت اور خودغرضی جیسی بیماریوں سے پاک ہوجاتا ہے۔

(۳) زکاۃ دینے سے زکاۃ دینے والے میں سخاوت، شفقت اور ہمدردی اور زکاۃ لینے والے میں احسان مندی، تواضع اور انکساری جیسی صفات حمیدہ پیدا ہوجاتی ہے۔

(۴) زکاۃ کی ادائیگی اخلاقی جرائم کا سدّ باب کرتی ہے کیونکہ مالدار لوگ اگر زکاۃ ادا نہ کریں تو معاشرے میں موجود فقراء احساس کمتری کا شکار ہوجائیں اور ان کے دلوں میں مالدار کے خلاف شدید نفرت پیدا ہو جائے پھر اپنی ضروریات کو پوری کرنے کیلئے چوری اور ڈاکہ زنی جیسے جرائم کا ارتکاب شروع کردیں۔

(۵) مال نعمت ہے جس کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے اور اس کی واحد شکل یہی ہے کہ اس کی زکاۃ ادا کی جائے اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔

اللہ رب العالمین سے دعاء ہے کہ ہم سب کو زکاۃ کی اہمیت وفضیلت کو سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین۔

زبان سے نیت کرنا

کیا آپ روزے یا نماز کی زبان سے نیت کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔؟

خبردار!!!

روزہ یا نماز کی زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔

(ک۔گ سنابلی)

کیا آپ کسی باطل مسلک، فکر اور عقیدے کی تردید کرنا چاہتے ہیں؟ تو پھر دیر کس بات کی، اٹھایئے قلم اور لکھ بھیجئے ہمیں۔۔۔۔۔۔۔۔

قرآن وصحیح احادیث سے مدلل ومزین تحریروں کو ہم احترام کے ساتھ شائع کریں گے۔ (ایڈیٹر)

شرائطِ زکوٰۃ

یہ شرائط پوری ہوں تو زکاۃ ادا کرو

اسرار احمد سلفی

زکاۃ کے شرائط:

(۱) ہر آزاد مالدار (صاحب نصاب) مسلمان (مرد ہو یا عورت) پر زکاۃ فرض ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا ((ادعھم الی شھادۃ ان لّا الہ الّا اللّٰہ ....فان ھم اطاعوا لذلک فاعلمھم انّ اللّٰہ افترض علیھم صدقۃ فی اموالھم تؤخذ من اغنیائھم وتردّ علی فقرائھم))" کہ لوگوں کو توحید اور نماز کی دعوت دینا اگر یہ دونوں مان لیں تو پھر انھیں بتاؤ کہ اللہ تعالی نے ان پر ان کے مالوں میں زکاۃ فرض کیا ہے جو کہ ان کے مالداروں سے لیا جائے گا اور ان کے محتاجوں کو دیا جائے گا (بخاری: کتاب الزکاۃ: باب وجوب الزکاۃ (۱۳۹۵))

(۲) جس پر ایک سال گذر چکا ہو اس پر زکاۃ ادا کرنی فرض ہے حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ((من استفاد مالًا فلا زکاۃ علیہ حتی یحول علیہ الحول))" کہ جو مال حاصل ہونے کے بعد اپنے مالک کے پاس ایک سال تک پڑا رہے اس پر زکاۃ فرض ہے" (ترمذی: باب ماجاء لا زکاۃ علی المال (٦١٥))

(۳) صرف حلال کمائی سے دی گئی زکاۃ قابل قبول ہے حضرت اسامہ بن عمیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے ((انّ اللّٰہ عزّوجلّ لا یقبل صلاۃ بغیر طھور ولا صدقۃ بغیر طھور ولا صدقۃ من غلول))" کہ اللہ تعالی وضو کے بغیر نماز اور حرام مال سے صدقہ قبول نہیں فرماتا" (صحیح سنن النسائی: باب الصدقۃ من غلول (۲۵۲۴))

زکاۃ لینے اور دینے کے آداب:

(۱) (زکاۃ کا مال لانے والے کے لئے خیر و برکت کی دعا کرنی چاہئے حضرت عبداللہ بن اوفیؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس جب لوگ اپنے صدقات لیکر آتے تو آپ ﷺ فرماتے

((اللّٰھم صلّ علی اٰل فلان))''اے اللہ فلاں لوگوں پر اپنی رحمت نازل فرما'' (بخاری: کتاب الزکاۃ: (۱۴۹۷))

(۲) زکاۃ وصول کرنے والے کو لوگوں کے گھر جا کر زکاۃ وصول کرنی چاہئے حدیث نبوی ہے((لا جلب ولا جنب ولا توخذ صدقاتھم الّا فی دورھم))''نبی ﷺ نے فرمایا کہ زکاۃ لینے کے لئے (تحصیل دار) مویشی (اپنے ٹھکانے پر) نہ منگوائے اور نہ ہی مالک اپنے مویشی کہیں دور لے جائے بلکہ مویشیوں کی زکاۃ ان کے ٹھکانے پر وصول کی جائے''(صحیح سنن ابی داود: باب این تصدق الأموال (۱۵۹۱))

(۳) زکاۃ میں اوسط درجہ کا مال لینا چاہئے نہ بہت اچھا نہ بہت خراب حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انہیں وہ حکم لکھ کر دیا جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو دیا تھا((ولا یخرج فی الصّدقۃ ولا ذات عوار ولا تیئس ما شاء المصدّق))''کہ زکاۃ میں بوڑھا اور عیب دار اور نر نہ لیا جائے ۔ہاں اگر زکاۃ لینے والا خود چاہے بخاری: کتاب الزکاۃ (۱۴۵۵))

(۴) زکاۃ دیتے وقت اگر مال علیحدہ علیحدہ ہوں تو انھیں جمع نہ کیا جائے اگر مال مشترک ہوں تو انہیں الگ الگ نہ کیا جائے حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے لئے فرض زکاۃ کا حکم لکھ کر دیا جو نبی ﷺ نے مقرر کی تھی اس میں یہ بھی تھا کہ زکاۃ کے ڈر سے جدا جدا مال کو یکجا اور یکجا مال کو زکاۃ کے ڈر سے الگ نہ کیا جائے (بخاری: کتاب الزکاۃ: باب لا یجمع بین مفترق ولا یفرق بین مجتمع (۱۴۵۰))

(۵) مشترک کاروبار میں حصہ داران کو اپنے اپنے حصے دار کی نسبت سے زکاۃ ادا کرنی چاہئے حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے لئے زکاۃ کا حکم لکھ کر دیا جو رسول ﷺ نے مقرر کی تھی اس میں یہ تھا((وما کان خلیطین فانھما یتراجعان بینھما بالسّویۃ))''کہ جو مال دو شریکوں کا ہو وہ ایک دوسرے سے برابر حساب کر لیں''(بخاری: کتاب الزکاۃ: باب ما کان خلیطین (۱۴۵۱))

(۶) زکاۃ جس جگہ وصول کی جائے وہیں تقسیم کرنا افضل ہے لیکن ضرورت کی بناء پر دوسری جگہ بھجوانا جائز ہے عمران بن حصینؓ کہتے ہیں ((اخذناہ من حیث کنّا ناخذہ علی عھد رسول اللّٰہ ﷺ ووضعناہ حیث کنّا نضعہ))''کہ ہم وہیں مال لیتے جہاں سے عہد رسالت میں لیا کرتے تھے اور وہیں بانٹ دیتے جہاں عہد رسالت میں بانٹ دیا کرتے تھے''(صحیح ابن ماجہ: باب ما جاء فی عمال الصدقۃ (۱۸۱۱))

مصارف زکاۃ:

زکاۃ کے مستحقین آٹھ قسم کے لوگ ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے

(انّما الصّدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلّفۃ قلوبھم وفی الرّقاب والغارمین وفی سبیل اللّٰہ وابن السّبیل فریضۃ من اللّٰہ واللّٰہ علیم حکیم)(التوبۃ: ۶۰)

(۱-۲) للفقراء والمساکین: فقراء ومساکین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضرورتمند ہوں اور جن کے پاس اتنا مال نہ ہو کہ جس سے وہ اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے اخراجات پورے کر سکیں، انہیں زکاۃ کی رقم سے اتنا پیسہ دیا جائے کہ جو زیادہ سے زیادہ ایک سال تک ان کی ضروریات کے لئے کافی ہو امام طبریؒ فرماتے ہیں''فقیر ایسا محتاج ہے جو سوال نہ کرتا ہو اور مسکین ایسا ضرورت مند ہے جو سوال کرتا ہو۔ ایک حدیث میں بھی رسول ﷺ سے مسکین کی تعریف ملتی ہے اور یہ ہے((المسکین الذی لا یجد غنی یکفیہ ولا یفطن لہ فیتصدق علیہ ولا یقوم فیسأل النّاس))''مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اسے بے نیاز کر دے نہ وہ ایسی مسکنت اپنے اوپر طاری رکھے کہ لوگ غریب اور مستحق سمجھ کر اس پر صدقہ کریں اور نہ خود لوگوں کے سامنے دست دراز کرے''(صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب المسکین الذی لا یجد غنی (۱۰۳۹))

(۳) والعاملین علیھا: عاملین سے مراد زکاۃ اکٹھی کرنے والے اور اسے مستحقین میں تقسیم کرنے والے لوگ ہیں، انہیں زکاۃ کی رقم سے ان کے کام کے بقدر تنخواہ یا وظیفہ دیا جا سکتا ہے خواہ وہ مالدار ہی

کیوں نہ ہوں ارشادنبوی ہے((اذا اعطیت شیئا من غیر ان تسأل فکل وتصدق))جب تمہیں بغیر مانگے کوئی چیز دی جائے تو اسے کھاؤ اور صدقہ کرو'' (صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب اباحۃ الأخذلمن أعطی (۱۰۴۵))

(۴)والمؤلّفۃ قلوبھم: مؤلفۃ القلوب سے مراد کمزور ایمان والے نومسلم لوگ ہیں یا ایسے لوگ ہیں جن کے مسلمان ہونے کی امید ہواسی طرح ایسے کفار جن کو مال دینے سے توقع ہو کہ اپنے قبیلے یا علاقے کے لوگوں کو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے سے روکیں گے۔(تفسیر ابن کثیر (۳۶۵/۲) تفسیر طبری (۳۱۳/۱))

۵)وفی الرّقاب: رقاب سے مراد غلاموں کو ان کے آقاؤں سے چھڑا کر آزاد کرنا حضرت براء بن عازب کہتے ہیں کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا ''مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت سے قریب کردے اور دوزخ سے دور ہٹا دے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ((اعتق النسمۃ وفکّ الرقبۃ))''جان کو آزاد کر اور غلام کو نجات دلا'' (مسند أبی داود الطیالسی: (۷۷۵))

(۶)والغارمین: غارمین میں ایک تو ایسا شخص شامل ہے جو اپنے اہل وعیال کا خرچ پورا کرنے کے لئے قرض لیکر مقروض ہو گیا دوسرا ایسا شخص جس نے کسی کو ضمانت دی ہو پھر وہ اس کا ذمہ دار قرار پایا ہو اسی طرح وہ شخص جس کا کاروبار خسارے کا شکار ہو گیا ہو اور اس وجہ سے وہ مقروض ہو گیا ہو ان تمام افراد کی زکاۃ کے مال سے مدد کی جا سکتی ہے۔(صحیح مسلم: کتاب الزکاۃ: باب من تحل لہ المسألۃ (۱۰۴۴))

(۷)وفی سبیل اللّٰہ: اس مصرف میں جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ انجام دینے والے افراد شامل ہیں اسی طرح دینی مدارس کی تعمیر، ان میں زیر تعلیم طلبہ، دعوت وتبلیغ اور ہسپتال وغیرہ میں بھی زکاۃ کی رقم خرچ کی جا سکتی ہے۔

(۸)وابن السّبیل: اس سے مراد مسافر ہے یعنی اگر کوئی مسافر دوران سفر امداد کا مستحق ہو گیا ہو تو خواہ وہ اپنے گھر یا وطن میں صاحب حیثیت ہی کیوں نہ ہو زکاۃ کی رقم سے اس کی امداد کی جا سکتی ہے بشرطیکہ اس کا سفر جائز مقصد کے لئے ہو۔(نیل الأوطار: کتاب الزکاۃ (۱۳۱/۴))

نصاب زکاۃ:

سونے اور چاندی میں زکاۃ:

سونے اور چاندی میں زکاۃ فرض ہے بشرطیکہ ان کی مقدار مقررہ نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہو اور اس کی ملکیت پر ایک سال گذر چکا ہو سونے کا نصاب بیس دینار ہے اور چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے اس سے کم مقدار پر زکاۃ نہیں ہے موجودہ وزن کے مطابق بیس دینار ساڑھے سات تولہ سونا اور دوسو درہم ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہے جب کسی شخص کے پاس بیس دینار کے برابر سونا موجود ہو تو اس پر نصف دینار کے برابر زکاۃ فرض ہے اور چاندی دوسو درہم کے برابر ہو تو پانچ درہم زکاۃ فرض ہے اگر کسی کے پاس اس سے زیادہ سونا اور چاندی ہو تو اسی حساب سے زکاۃ ہوگی۔(نیل الأوطار: کتاب الزکاۃ (۱۳۲-۱۳۳))

سونے چاندی کے زیورات کی زکاۃ:

اگرچہ اہل علم نے اس سلسلے میں بہت زیادہ اختلاف کیا ہے لیکن راجح مسلک یہی ہے کہ زیورات میں بھی زکاۃ فرض ہے وہ تمام آیات واحادیث جن میں مطلقا سونے اور چاندی سے زکاۃ نکالنے کا حکم دیا گیا ہے ان کے عموم میں زیورات بھی شامل ہیں جیسا کہ ایک آیت میں ہے(والّذین یکنزون الذّھب والفضّۃ.......)''لوگ سونے اور چاندی کا خزانہ بنا کر رکھتے ہیں(سورہ توبہ: ۳۴) اور ایک حدیث میں ہے کہ((ما من صاحب ذھب ولا فضّۃ لا یؤدی زکاتہ........))''جو بھی سونے یا چاندی کا مالک اس کی زکاۃ ادا نہیں کرتا'' (۲۵) حضرت ام سلمہ ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے سونے کا زیور پہن رکھا تھا انہوں نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول کیا یہ کنز ہے؟ آپ نے فرمایا((اذا ادّیت زکاتہ فلیس بکنز))اگر تم اس کی زکاۃ ادا کرتی ہو تو یہ کنز نہیں ہے(سنن دارقطنی: باب ما ادی زکاتہ فلیس بکنز (۱۹۵۰))

تجارتی مال پر زکاۃ:

سال کے آخر میں مال تجارت (مع منافع) کی قیمت لگا کر زکاۃ ادا کرنی چاہیئے دوران سال میں مال تجارت کی مقدار یا قیمت میں کمی بیشی کا لحاظ کئے بغیر زکاۃ دیتے وقت سارے مال تجارت کی مقدار اور قیمت کو پیش نظر رکھا جائے گا حضرت ابوعمرو بن حامسؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں چمڑا اور تیر کے ترکش فروخت کرتا تھا حضرت عمرؓ میرے پاس سے گذرے تو فرمایا ''اپنے مال کی زکاۃ ادا کرو'' میں نے عرض کیا ''اے امیر المومنین یہ تو فقط چمڑا ہے'' حضرت عمرؓ نے فرمایا ''اس کی قیمت لگاؤ اور اس کی زکاۃ ادا کرو'' (دار قطنی: باب تعجیل الصدقۃ قبل دخول الخول (۲/۲۱۵))

زرعی پیداوار میں زکاۃ:

زمین کی پیداوار پر زکاۃ ہے ﴿یا ایّھا الّذین امنوا انفقوا من طیّبات ما کسبتم وممّا اخرجنا لکم من الارض﴾ ''اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور ہم نے تمہارے لئے زمین سے جن چیزوں کو نکالا ہے ان میں سے خرچ کرو'' (سورۃ البقرۃ: ۲٦۷) اور ارشاد نبوی ہے حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے درج ذیل چار چیزوں میں زکاۃ مقرر فرمائی ((الحنطۃ والشّعیر والزّبیب والتّمر)) ''گندم، جو، کشمش، کھجور'' (سنن الدار قطنی: باب الصدقۃ فیما أخرجت: وصححہ الألبانی (۲۰۲۹)) اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ زمینی پیداوار مثلاً گیہوں، جو، چاول، کھجور، انگور اور زیتون وغیرہ پر زکاۃ فرض ہے اور اس بات پر پوری امت کا اجماع۔

زمین کی پیداوار کیلئے زکاۃ کا نصاب پانچ وسق (۷۲۵) کلو گرام ہے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ((لیس فی حبّ ولا تمر صدقۃ حتی تبلغ خمسۃ اوسق)) ''جب تک غلہ اور کھجور کی مقدار پانچ وسق (تقریباً ۷۲۰ یا ۷۲۵ کلو گرام) تک نہ ہو جائے اس پر زکاۃ نہیں'' (صحیح سنن النسائی للألبانی (۲۳۳۰))

شہد پر زکاۃ:

شہد کی پیداوار سے عشر (یعنی دسواں حصّہ) ادا کرنے کا حکم ہے حضرت عبداللہ بن عمروؓ نبی ﷺ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ((انّہ اخذ من العسل العشر)) ''آپ ﷺ نے شہد سے دسواں حصہ لیا ہے'' (ابن ماجہ: کتاب الزکاۃ: باب زکاۃ العسل (۱۸۲۴))

رکاز اور معادن میں زکاۃ:

رکاز (دفن شدہ خزانہ) دریافت ہونے پر بیس فیصد زکاۃ ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا ((وفی الرّکاز الخمس)) ''کہ دفن شدہ خزانہ (رکاز) دریافت ہونے پر بیس فیصد زکاۃ ہے۔ (بخار: کتاب الزکاۃ: وفی الرکاز الخمس (۱۴۹۹))

معادن (کان) کی آمدنی پر زکاۃ ادا کرنے کے سلسلے میں حضرت ربیعہ بن ابوعبدالرحمٰن بعض دوسرے صحابہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بلال بن حارث مزنی کو قبیلہ (جگہ کا نام ہے) کی کانیں جاگیر میں عطا فرمائیں یہ جگہ فرع کی جانب ہے ان کانوں سے آج تک سوائے زکاۃ کے کچھ بھی نہیں لیا گیا۔ (صحیح سنن أبی داود: کتاب الخراج: باب فی اقطاع الارضین

وضاحت: معادن کی آمدنی پر زکاۃ ادا کرنے کے لئے حدیث میں نصاب اور شرح کا ذکر نہیں البتہ فقہاء نے زکاۃ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کی شرح اڑھائی فیصد مقرر کی ہے۔

وہ اموال جن میں زکاۃ نہیں:

(۱) غلاموں، گھوڑوں، کھچرّوں اور گدھوں میں زکاۃ نہیں ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ((لیس علی المسلم صدقۃ فی عبدہ ولا فرسہ)) ''مسلمان پر اس کے گھوڑے اور غلام میں زکاۃ نہیں ہے۔ بخاری: کتاب الزکاۃ لیس علی المسلم فی عبدہ صدقۃ (۱۴٦۴))

(۲) جو مال زکاۃ سے کم ہو اس میں بھی زکاۃ نہیں ہے الا یہ کہ مالک اپنی خوشی سے دے دے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ((لیس فیما دون خمسۃ اوسق صدقۃ)) ''پانچ وسق سے کم میں صدقہ نہیں ہے'' (صحیح مسلم: باب ترک الصّلاۃ علی القاتل (۹۸۰))

(۳) تازہ استعمال ہونے والے پھلوں اور سبزیوں میں رسول ﷺ سے زکاۃ ثابت نہیں ہے البتہ فقراء اور ہمسائیوں کو اس میں سے دے دینا مستحب ہے اس لئے کہ اللہ کا یہ فرمان عام ہے ﴿انفقوا من طیّبات ما کسبتم وممّا اخرجنا لکم من الارض﴾ ''اور جو تم پاک مال کماتے ہو اور جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے اس میں سے خرچ کرو'' (سورۃ البقرۃ: ۲٦۷)

(۴) گھریلو سامان مثلاً مکانات، کارخانے اور گاڑیاں وغیرہ میں بھی زکاۃ نہیں ہے اس لئے کہ شارع علیہ السلام سے ان میں زکاۃ کا حکم نہیں ہے۔

اللہ رب العالمین سے دعاء ہے کہ ہم سب کو زکاۃ کو اس کے نصاب کے مطابق صحیح ادائیگی کرنے والا بنادے آمین۔

ذکر و فکر کے لئے یکسوئی!

عبدالجبار انعام اللہ سلفی

اعتکاف کا لغوی معنی: اعتکاف کے لغوی معنی ٹھہرنے، کسی چیز کو اپنے لئے لازم کرنے، اور اس پر اپنے آپ کو روکے رکھنے کے ہیں۔(فتح الباری شرح بخاری ۳۱۸/۴، کتاب الاعتکاف)

شرعی معنی: کسی شخص کا مخصوص طریقہ پر مسجد میں رکے رہنے کا نام اعتکاف ہے۔(فتح الباری شرح بخاری ۳۱۸/۴، کتاب الاعتکاف)

اعتکاف، سنت موکدہ ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ ہر سال رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ درج ذیل روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

”عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ“

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔(فتح الباری شرح بخاری ۳۱۸/۴، کتاب الاعتکاف)

مرد کے علاوہ عورت کے لئے بھی اعتکاف جائز و درست ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ رمضان کے اخیر عشرہ میں ہمیشہ اعتکاف کیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی پھر آپ کے بعد آپ کی بیویوں نے اعتکاف کیا۔(بخاری مع فتح الباری ۳۱۸/۴، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر الأواخر و مسلم مع شرح النووی ۶۸/۷ کتاب الاعتکاف)

اعتکاف مسجد میں ہونا چاہیئے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے وہ جگہ دکھائی جہاں آپ ﷺ

اعتکاف کرتے تھے۔(مسلم مع النووی ۶۷/۷، کتاب الاعتکاف)

اعتکاف ہر مسجد میں جائز و درست ہے کیونکہ قرآنی آیت میں لفظ ''مساجد'' آیا ہے جو ہر مسجد کے لئے عام ہے لہذا کسی ایک مسجد کو خاص کرنا صحیح نہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:''**وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ**'' اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہوتو ان سے مباشرت نہ کرو۔(سورہ بقرہ:۱۸۷)

اعتکاف کرنے والے کو بلاضرورت مسجد کے باہر نہیں جانا چاہیئے، آپ ﷺ اعتکاف کی حالت میں بلاضرورت مسجد سے باہر نہیں نکلتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ''**وَإِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَأْسَهُ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ، فَأُرَجِّلُهُ، وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا**'' اللہ کے رسول ﷺ جب مسجد میں ہوتے تو اپنا سر ہماری طرف کرتے تو میں کنگھی کرتی تھی۔ اور جب معتکف ہوتے تو بلاضرورت گھر میں نہیں داخل ہوتے تھے۔(بخاری، ۲۷۲/۱، کتاب الاعتکاف، باب المعتکف لا یدخل راسہ الا لحاجۃ)

ہاں، معتکف غسل یا بیت الخلاء پیشاب وغیرہ اہم ضروریات کے تحت مسجد سے باہر یا گھر جاسکتا ہے اور معتکف کو حالت اعتکاف میں بیکار و لایعنی باتوں سے اجتناب کرنا چاہیئے۔اور زیادہ سے زیادہ تلاوت قرآن اور نفلی نماز اور ذکرواذکار کرنا چاہیئے۔

معتکف، بستر اور چارپائی استعمال کرسکتا ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اعتکاف فرماتے تو نبی کریم ﷺ کے لئے بستر بچھا دیا جاتا، ستونِ توبہ (مسجد نبوی کے ایک ستون کا نام) کے پیچھے آپ کی چارپائی رکھ دی جاتی۔(سنن ابن ماجہ، ابواب الصیام، باب فی المعتکف یلزم مکانا من المسجد)

معتکف کی بیوی رات کو ملاقات کے لئے آسکتی ہے، اور معتکف بیوی کو گھر تک چھوڑنے کے لئے مسجد سے باہر آسکتا ہے، جیسا کہ درج ذیل روایت سے معلوم ہوتا ہے:

عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيٍّ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفًا فَأَتَيْتُهُ أَزُورُهُ لَيْلًا، فَحَدَّثْتُهُ ثُمَّ قُمْتُ فَانْقَلَبْتُ، فَقَامَ مَعِي لِيَقْلِبَنِي،

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہی رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں تھے میں رات میں نبی ﷺ سے ملنے آئی اور باتیں کرتی رہی، واپس جانے کے لئے اٹھی تو نبی کریم ﷺ مجھے واپس چھوڑنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ (بخاری، ۲۷۳/۱، کتاب الاعتکاف، باب زیارۃ المرأۃ زوجھا فی اعتکافہ)

اعتکاف کی حالت میں بیمار پرسی کے لئے جانا، جنازے میں شریک ہونا، بیوی سے مجامعت کرنا، بشری تقاضوں کے بغیر اعتکاف کی جگہ سے باہر جانا منع ہے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اعتکاف کرنے والے کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ بیمار پرسی کو نہ جائے، جنازے میں نہ شریک ہو، بیوی سے مجامعت نہ کرے، اعتکاف کی جگہ سے ضروری کام کے بغیر نہ نکلے جس کے بغیر چارہ ہی نہ ہو۔(سنن ابی داؤد: کتاب الصوم: باب المعتکف یعود المریض)

لیکن اگر معتکف ضروری کام سے باہر نکلے اور راستے میں کسی مریض سے ملاقات ہوجائے تو چلتے چلتے اس کا حال پوچھ لینا درست ہے۔ درج ذیل روایت اس پر دال ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''**كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُ بِالْمَرِيضِ، وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَيَمُرُّ كَمَا هُوَ، وَلَا يُعَرِّجُ يَسْأَلُ عَنْهُ**'' نبی ﷺ اعتکاف کی حالت میں بیمار کے پاس سے گزرتے گزرتے اس کا حال پوچھ لیتے لیکن حال پوچھنے کے لئے ٹھہرتے نہیں تھے۔(سنن ابی داؤد: کتاب الصوم: باب المعتکف یعود المریض)

معتکف کو چاہیئے کہ وہ بیسویں تاریخ کے اخیر میں افطار سے پہلے ہی اپنے خیمہ (اعتکاف کی جگہ) میں داخل ہوجائے اور عید کا چاند دیکھ لینے یا صحیح معتبر خبر ملنے پر ہی اعتکاف سے الگ ہو۔

تاکہ غریبوں کی بھی عید ہوجائے

عبدالجبار انعام اللہ سلفی مدیر صوت الاسلام

۲ھ میں رمضان کے روزے فرض ہوئے اسی سال صدقۂ فطر بھی فرض ہوا۔ اگر چہ زکوۃ بھی ۲ھ ہی میں فرض ہوئی تھی لیکن صدقۂ فطر زکوۃ سے قبل فرض ہوا۔

صدقۂ فطر کی فرضیت کے متعلق گرچہ علماء نے اختلاف کیا ہے لیکن صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو فرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایات میں یہ الفاظ موجود ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ الفطر کو فرض قرار دیا ہے۔ (بخاری: ۲۰۴/۱، کتاب الزکوۃ، باب فرض صدقۃ الفطر) صدقۂ فطر کو زکوۃ کے نام سے موسوم کرنا بھی بجائے خود اس کی فرضیت کی دلیل ہے۔ اور ''واتو الزکوۃ'' اور زکوۃ دیا کرو۔ (سورہ بقرہ: ۴۳) کے عموم میں یہ بھی داخل ہے۔

صدقۂ فطر کس پر فرض ہے؟

صدقۂ فطر ہر آزاد، غلام، چھوٹے بڑے، مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔ صاحب نصاب ہونا شرط نہیں ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ''اللہ کے رسول ﷺ نے ہر مسلمان، غلام، آزاد مرد وعورت، چھوٹے بڑے پر فرض قرار دیا ہے۔ (بخاری ۲۰۴/۱، کتاب الزکاۃ، باب فرض صدقۃ الفطر)

ایک دوسری حدیث کے اندر ہے'' آپ ﷺ نے مکہ کے گلی کوچوں میں اعلان کرانے کے لئے آدمی بھیجا کہ لوگو سنو! صدقۂ فطر ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (سنن الترمذی، ابواب الزکاۃ، باب ماجاء فی صدقۃ الفطر)

حکمت صدقۂ فطر

صدقۂ فطر کی حکمت یہ ہے کہ عید کے دن مسکین مسلمانوں کو دست سوال پھیلانے سے بے نیاز کر دیا جائے۔ جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع ثابت ہے۔'' وَقَالَ :أَغْنُوهُمْ عَنِ الطَّلبِ فِي

هَـذَا الْيَـوْمِ" "عید کے دن مسکین مسلمانوں کو سوال سے بے نیاز کردو۔(دارقطنی)

اور صدقۂ فطر کے ذریعہ روزے دار کی بے ہودہ گوئی اور فحش کلامی کی میل دور ہوتی ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا "زَكَـاةَ الْـفِـطْـرِ طُهْـرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ" "صدقۂ فطر روزے دار کی بے ہودہ گوئی اور فحش کلامی کی میل کو دور کرتا ہے اور پاک کرتا ہے۔(ابوداؤد :۱۶۰۹، کتاب الزکوۃ: باب زکوۃ الفطر)

صدقۂ فطر کس وقت دیا جائے؟

عید گاہ کی طرف جانے سے قبل صدقۂ فطر ادا کر دینا چاہیئے۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔" أَمَرَ رسول الله ﷺ بِزَكَاةِ الفِطْرِ قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلاَةِ" نبی ﷺ نے حکم دیا کہ صدقۂ فطر عید گاہ کی طرف جانے سے قبل ادا کرو۔ (بخاری،۲۰۴/۱، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ قبل العید)

صدقہ فطر اگر عید کی نماز کے بعد ادا کیا گیا تو صدقۂ فطر شمار نہ ہوگا جیسا کہ ابوداؤد میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا "جس کسی نے نماز عید سے قبل صدقۂ فطر ادا کیا وہ مقبول ہے اور جس نے نماز کے بعد ادا کیا وہ صدقۂ فطر شمار نہ ہوگا بلکہ عام صدقات کی طرح ہوگا۔(ابوداؤد:۱۶۰۹، کتاب الزکاۃ: باب زکاۃ الفطر)

اور اگر عید سے ایک دو دن قبل ادا کر دیا جائے تو بھی جائز ہے۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بخاری میں مذکور ہے کہ ((کـــــان يعطيها الذين يقبلونها وكانوا يعطونا قبل الفطر بيوم او بيومين)) "وہ صدقہ فطر سرکاری مقرر شدہ آدمیوں کو دیتے تھے اور صحابہ عید فطر سے ایک روز یا دو روز قبل دیا کرتے تھے۔(بخاری ۲۰۵/۱، کتاب الزکوۃ باب صدقۃ الفطر علی الحر والمملوک)

صدقۂ فطر کس چیز سے اور کتنی مقدار میں دیا جائے؟

صدقۂ فطر ان اجناس خوردنی میں سے ادا کیا جائے جو عام طور پر وہاں کے لوگوں کی خوراک ہو، اور بلا کسی امتیاز و تفریق کے ہر ایک جنس سے پورا ایک صاع دینا چاہیئے، جیسا کہ درج ذیل روایت سے واضح ہے:

حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ "كُـنَّـا نُـخْـرِجُ زَكَـاةَ الفِطْرِ صَـاعًـا مِنْ طَعَامٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَـمْـرٍ، أَوْ صَـاعًـا مِنْ أَقِطٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ" ہم صدقۂ فطر ایک صاع غلہ یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا ایک صاع منقہ یا ایک صاع پنیر دیا کرتے تھے۔(بخاری ۲۰۸/۱، کتاب الزکوۃ، باب فرض زکوۃ الفطر)

اگرچہ یہ اختیار ہے کہ جس جنس سے چاہے دے لیکن عمدہ جنس سے دینا افضل ہے۔صاع سے صاع حجازی مراد ہے کیونکہ یہی صاع حجاز میں مروج تھا۔جس کا وزن تقریباً تین سیر یا ۲کلو۶۶۵ گرام ہوتا ہے۔

عَـن عَبدِاللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، يَقُولُ :قَـالَ رَسُـولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَـلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَـنْ قَـرَأَ حَـرْفًـا مِـنْ كِتَابِ اللَّهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالـحَسَـنَةُ بِـعَشْـرِ أَمْثَـالِهَـا، لاَ أَقُولُ الم حَرْفٌ، وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلاَمٌ حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ

عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کتاب اللہ سے ایک حرف پڑھا اس کے لئے دس نیکیاں ہیں، اور میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔(ترمذی:2910)

یہ اسلامی عید ہے !

ضیاء الرحمٰن سلفی

لفظ عید کی وجہ تسمیہ: لفظ عید دراصل عاد، یعود سے مشتق ہے اس کا معنیٰ ''لوٹنا'' یا بار بار لوٹ کر آنے والا دن ہے لفظ عید کا نام عید اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ دن بار بار خوشی لیکر لوٹتے ہیں اس کی جمع اعیاد آتی ہے ۔(القاموس المحیط ص۲۷۴،المنجد ص۵۹۰،نیل الأوطار:۵۷۹/۲)

شیخ الحدیث عبید اللہ مبارک پوری فرماتے ہیں کہ عربوں کی اصطلاح میں ہر وہ اجتماع جو خوشی اور مسرت کا اجتماع ہو وہ عید کہلاتا ہے۔

عید الفطر اور عید الأضحیٰ کو عید کیوں کہا گیا؟ اس کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں یا تو اس وجہ سے کہ ان دنوں میں اپنے بندوں پر اللہ اپنی بیشمار رحمتوں کا اعادہ فرماتا ہے یا اس لئے کہ ان دنوں میں تکبیرات کو بار بار لوٹا کر کہا جاتا ہے اس لئے ان کو عید سے تعبیر کیا جاتا ہے (تحفۃ الاحوذی (۹۱/۳) ومرعاۃ المفاتیح (۳۲۷/۲)

عید کی مشروعیت: کتب سیر کے مطابق یہ عید ۲ھ میں مشروع ہوئی حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ عید الفطر کا آغاز ۲ھ میں ہوا (نیل الأوطار (۱۵۱/۳)سبل السلام (۶۸۴/۲) بلوغ المرام: فی باب صلاۃ العیدین۔)

نماز عیدین کا حکم:

نماز عیدین کے حکم کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے شیخ الحدیث عبید اللہ مبارک پوریؒ فرماتے ہیں کہ نماز عیدین ہر مکلّف پر واجب ہے اور شیخ نے دلیل دی ہے (فصلّ لربّک وانحر) اس آیت سے شیخ نے نماز عید کو مراد لیا ہے اور کہتے ہیں کہ امر وجوب کو چاہتا ہے (مرعاۃ المفاتیح ۲ /۳۲۷)السیل الجرار ۳۱۵/۱) امیر صنعانیؒ فرماتے ہیں کہ نماز عید فرض عین ہے ۔سبل السلام ۶۷۷/۲) علامہ البانیؒ فرماتے ہیں کہ حق بات یہی ہے کہ نماز عید واجب ہے (تمام المنۃ ص ۳۴۴)

عید کے دن غسل کرنا اور عمدہ کپڑے پہننا مستحب ہے:

امام ابن قدامہ فرماتے ہیں! کہ نماز عید کے لئے جانے سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے (المغنی ۲۵۶/۳) بدائع الصنائع ۲۷۹/۱)اس بات پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے (ان ھذا یوم عید جعلہ اللّٰہ للمسلمین فمن جاء الی الجمعۃ فلیغتسل .....الحدیث)(سنن ابن ماجہ (۱۰۸۵) شیخ البانی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔)اس حدیث شریف میں جب جمعہ کے دن غسل کرنے ،خوشبو استعمال کرنے اور مسواک کرنے کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جمعہ کو اللہ تعالی نے اہل اسلام کے لئے عید بنایا ہے تو عید کے دن ان تینوں کاموں کا کرنا زیادہ ضروری اور پسندیدہ ہوگا امام ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ آنخضرت ﷺ نے ان باتوں کی علت یہ بیان فرمائی کہ جمعہ عید ہے (المغنی ۲۵۷/۳)اس کے علاوہ اور ایک دوسری روایت بھی ہے جو اس حدیث کی موافقت کرتی ہے (ان عبداللّٰہ بن عمرؓ کان یغتسل یوم الفطر قبل ان یغدو الی المصلّی) (المؤطا کتاب العیدین، مصنف عبدالرزاق :کتاب صلاۃ العیدین(۵۷۵۳) ،مصنف ابن ابی شیبہ: کتاب الصلوات)''عبداللہ بن عمرؓ عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے پہلے غسل کیا کرتے تھے''اس روایت کو امام نووی نے صحیح قرار دیا ہے (المجموع ۱۰/۵، زاد المعاد ۱۲۱/۱)

عید کے دن عمدہ لباس پہن کر عید گاہ جانا مستحب ہے: (الأوسط:۲۶۴/۴ وبدائع الصنائع :۲۷۹/۱، والمغنی :۲۵۷/۳) امام ابن قیمؒ نے بیان کیا ہے کہ رسول ﷺ عیدین کے موقع پر اپنا سب سے زیادہ عمدہ لباس پہنتے تھے (زاد المعاد ۱۲۱/۱:۱) اس بات کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا (کان رسول اللّٰہ ﷺ یلبس یوم العید بردۃ حمراء)(مجمع الزوائد: ابواب العیدین:۱۹۸/۲، المعجم الاوسط:۱۹۸/۲، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۱۲۷۹)''رسول اللہ ﷺ عید کے دن سرخ دھاریوں والی چادر زیب تن فرماتے تھے'' عید کے موقع پر عمدہ لباس پہننے کے لئے اس حدیث سے بھی

استدلال کیا گیا ہے جس کو امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے اور سب سے قابل غور بات یہ ہے کہ اس سلسلے میں امام بخاریؒ نے ایک مستقل باب قائم کردیا ہے ''باب فی العیدین والتجمل فیہ'' اس باب کے تحت امام بخاری نے جو حدیث بیان کی ہے حضرت عمرؓ ایک موٹے ریشمی جبّہ کو جو بازار میں فروخت ہورہا تھا اٹھا کر رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا (یا رسول اللہ ﷺ ابتعی ھذہ تجمل بھذا للعید والوفود) (صحیح البخاری: کتاب العیدین) ''یارسول اللہ ﷺ اسے خرید لیجئے اور عید اور وفود سے ملاقات کے وقت زینت کیلئے پہنا کیجئے'' حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کا یہ مفہوم اس بات سے لیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عید اور وفود سے ملاقات کے وقت زینت کا اہتمام کرنے کی تجویز پر کچھ اعتراض نہیں فرمایا آپ ﷺ نے صرف اس جبّہ کی خریداری کے بارے میں مشورے سے سرزنش کی (فتح الباری ۴۳۹/۲)

علامہ سندھیؒ رقمطراز ہیں کہ عمر فاروقؓ کی تجویز سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عید کے دن زینت کا اہتمام کرنا ان کے ہاں ایک معروف دستور تھا اور آپ ﷺ کے اس پر اعتراض نہ کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ طریقہ اسلام میں بھی باقی ہے (حاشیہ السندھی علی سنن النسائی ۱۸۱/۳)

عیدالفطر میں میٹھی چیز کھانا مستحب ہے:

عیدالفطر میں روانگی سے پہلے طاق کھجوریں کھانا یہ مسنون طریقہ ہے اس بات پر وہ حدیث شاہد ہے جس کو امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح البخاری میں حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا (کان رسول اللّٰہ ﷺ لا یغدو یوم الفطر حتی یأکل تمرات) (صحیح البخاری: کتاب العیدین ۹۵۳) ''رسول اللہ ﷺ عیدالفطر کے دن کھجوریں تناول فرمائے بغیر نہ نکلتے'' اور ایک دوسری روایت میں بھی ہے جس کو امام حاکمؒ نے حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا (ما خرج رسول اللّٰہ ﷺ یوم فطر حتی یاکل تمرات ثلاثا أو خمسا أو سبعا) (المستدرک علی الصحیحین: فی کتاب صلاۃ العیدین، امام حاکمؒ نے اس حدیث کو امام مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے) ''اگر کھجوریں میسر نہ ہوں تو کھانے کی جو چیز میسر ہو وہی تناول کرلی جائے اور اگر پانی کے سوا اور کچھ میسر نہ ہو تو پانی ہی پی لیا جائے۔''

عیدگاہ میں نماز عید ادا کرنا سنت ہے:

عیدگاہ میں نماز عید ادا کرنا سنت ہے کیونکہ یہ بات متعدد حدیثوں سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ عیدین کی نماز عیدگاہ ہی میں پڑھایا کرتے تھے ان متعدد حدیثوں میں سے ایک حدیث وہ ہے جس کو امام بخاریؒ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ (کان رسول اللہ ﷺ یخرج یوم الفطر والاضحیٰ الی المصلی......الحدیث) (صحیح البخاری: کتاب العیدین ۹۵۶) ''رسول اللہ ﷺ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن عیدگاہ تشریف لے جاتے تھے'' حافظ ابن حجرؒ نے (اخبار المدینہ) سے نقل کیا ہے کہ المصلی مدینے میں ایک مشہور جگہ ہے اس کے اور مسجد کے دروازے کے درمیان ایک ہزار ہاتھ کی مسافت ہے (فتح الباری ۴۴۹/۲) علامہ عینی اس حدیث شریف کے فوائد بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: عیدگاہ کی طرف نماز عید کے لئے نکلا جائے گا اور بلا ضرورت مسجد میں نماز عید نہ پڑھی جائے گی (عمدۃ القاری ۲۸۰/۶-۲۸۱) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے (کان النّبی ﷺ یغدو الی المصلّی والعنزۃ بین یدیہ تحمل وتنسب بالمصلی ...الحدیث) صحیح البخاری: کتاب العیدین ۹۷۳) ''نبی ﷺ عیدگاہ کی طرف جایا کرتے تھے اور نیزہ آپ کے آگے ہوتا نیزہ عیدگاہ میں لے جا کر آپ کے سامنے نصب کیا جاتا اور آپ اس کی طرف رخ کر کے نماز عید ادا کرتے'' امام ابن قیمؒ تحریر کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عیدین کی نماز عیدگاہ میں ادا فرماتے'' (زاد المعاد ۱۲۱/۱) آبادی سے باہر عید کی نماز کی ادائیگی کو سنت جانتے تھے جیسے کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے جسکو ابن ابی شیبہ نے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے آبادی سے باہر نماز عید کے متعلق کہا کہ (لولا انہ سنۃ لصلیت فی المسجد) (ابن أبی شیبہ ۱۸۵/۲ نیل الأوطار ۵۹۱/۲، فتح الباری ۱۲۶/۳) ''اگر یہ عمل سنت نہ ہوتا تو میں مسجد میں نماز پڑھ لیتا'' امام بغویؒ فرماتے ہیں سنت یہ ہے کہ نماز عید کے لئے عیدگاہ کی طرف نکلا جائے تاہم عذر کی صورت میں نماز عید مسجد میں ادا کی جائے گی (شرح السنہ ۲۹۴/۴، المغنی ۲۶۰/۳) عذر کی بناء پر نماز عید ادا کرنے کے بارے میں امام ابن حزمؒ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمانؓ عنہما نے عید کے دن بارش کی وجہ سے لوگوں کو مسجد میں عید کی نماز پڑھائی (المحلی ۱۲۸/۵-۱۲۹) امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عید کی نماز آبادی سے باہر پڑھنا افضل ہے (السیل الجرار ۳۲۰/۱) ان سارے نصوص سے پتہ چلتا کہ عید کی نماز کی ادائیگی آبادی کے باہر ہی مسنون و مستحب عمل ہے۔

عورتوں کا عیدگاہ جانا:

نبی ﷺ نے مسلمان عورتوں کو عیدین کے موقع پر عیدگاہ جانے کا حکم دیا جس کو امام مسلمؒ نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا (امرنا رسول اللّٰہ ﷺ ان نخرج ھن فی الفطر والاضحیٰ العوتق والحیض، وذوات الخدور، فامّا الحیّض فیعتزلن الصّلاۃ، ویشھدن الخیر، ودعوۃ المسلمین، قلت: یا رسول اللّٰہ احدانا لا یکون لھا جلباب، قال: لتلبسھا اختھا من جلبابھا) (صحیح مسلم کتاب صلاۃ العیدین، والبخاری: کتاب العیدین ۹۷۴) ''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ عورتوں کو عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ میں عیدگاہ لے جائیں جوان لڑکیوں، حیض والی عورتوں اور پردہ نشین خواتین کو بھی ہاں حیض والی عورتیں نماز سے الگ رہیں لیکن وہ اخیر میں مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم میں سے کسی ایک کے پاس جلباب نہ

ہوتو؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی بہن اس کو اپنی چادر اڑھادے'' علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سب عورتوں کا عیدین کے موقع پر عیدگاہ جانا مستحب ہے خواہ وہ غیر شادی شدہ ہوں یا شادی شدہ جوان ہوں یا بوڑھی، حیض والی ہوں یا دوسری البتہ عدت والی عورتیں یا جن کے جانے میں فتنے کا اندیشہ ہو یا کوئی عذر ہو تو وہ اس حکم سے مستثنٰی ہیں (نیل الاوطار ۳/ ۳۴۴) امام ابن قدامہؒ نے اپنی کتاب المغنی میں یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد بعض ایسے حضرات کے اقوال نقل کئے ہیں جو عورتوں کے عیدگاہ جانے کو پسند نہیں کرتے لیکن اخیر میں یہ بات بتادی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سب سے زیادہ اتباع کی حق دار ہیں (المغنی ۳/۲۶۵)

نمازعید کے لئے پیدل جانا اور واپس آنا مستحب ہے:

اس بات پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جس کو علامہ البانی نے ابن ماجہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں (کان النّبی ﷺ یخرج الی العید ماشیا ویرجع ماشیا) (صحیح سنن ابن ماجہ للالبانی ا(۱۰۲۱)'' نبی ﷺ عیدگاہ پیدل جاتے پیدل ہی واپس تشریف لاتے''

نمازعید کے لئے اذان ہے نہ اقامت:

اس بات کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام بخاریؒ نے جابر بن سمرہؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا (صلّیت مع رسول اللّٰہ ﷺ غیر مرۃ ولا مرۃ بغیر اذان ولااقامۃ) (صحیح البخاری کتاب العیدین ۸۸۷)'' میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک دو مرتبہ نہیں کئی مرتبہ عیدین کی نماز اذان اور اقامت کے بغیر پڑھی''

عیدین کی نماز میں پہلے نماز پھر خطبہ دینا مسنون ہے:

اس بات کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام ابوداود نے روایت کیا ہے حضرت ابن عمر سے کہ انہوں نے فرمایا (کان رسول اللّٰہ ﷺ وابو بکر وعمرؓ عنہما یصلّون العیدین قبل الخطبۃ) (صحیح سنن ابن ماجہ للألبانی: کتاب العیدین: باب ماجاء فی صلاۃ (۱۲۷۶))'' رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق نماز عیدین خطبہ سے پہلے ادا فرماتے تھے''

عیدین کی نماز میں بارہ تکبیریں مسنون ہیں:

اس بات پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جس کو امام مالکؒ نے روایت کیا ہے کہ عبداللہ ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام حضرت نافعؒ کہتے ہیں (شھدت الاضحی والفطر مع ابی ھریرۃ فخبر فی رکعۃ الاولی سبع تکبیرات قبل القراءۃ وفی الآخرۃ خمس تکبیرات قبل القراءۃ) (رواہ مالک فی المؤطا: کتاب الصلاۃ فی باب ماجاء فی التکبیر والقراءۃ فی صلاۃ العیدین)'' میں نے حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ دونوں کی نماز پڑھی حضرت ابوہریرہ نے پہلی رکعت میں قرائت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہیں'' اس کے علاوہ امام ترمذیؒ نے حضرت عمرو بن عوف مزنی سے ایک روایت نقل کی ہے کہ (انّ النّبی ﷺ کبّر فی العیدین فی الاولی سبعا قبل القراءۃ وفی الثانیۃ خمسا قبل القراءۃ روہ الترمذی فی کتاب العیدین وقال ھو احسن شیء فی ھذا الباب عن النبی ﷺ)'' نبی ﷺ نے عیدین میں پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہیں اس کو امام ترمذی نے کتاب العیدین میں روایت کیا ہے اور کہا کہ اس باب کے متعلق نبی ﷺ سے سب سے بہتر یہی ہے (ترمذی: ۵۳۶) اور ایک اور روایت میں ہے جس کو امام احمد اور امام ابن ماجہ نے عمرو بن شعیب سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا (انّ النّبی ﷺ کبّر فی عید ثنتا عشرۃ تکبیرۃ سبعا فی الاولی وخمسافی الآخرۃ ولم یصلّ قبلھا ولا بعدھا رواہ احمد وابن ماجہ قال احمد بن حنبل فی مسندہ انا اذھب الی ھذا)'' کہ نبی کریم ﷺ عید کی نماز میں کل بارہ تکبیریں کہتے پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہتے اور آپ اس سے پہلے اور بعد میں کوئی نماز نہ ادا کرتے۔'' (مسند أحمد: ٦٦٨٨)

حنفیہ کا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد قراءت سے پہلے تین تکبیریں کہی جائیں اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد تین تکبیریں کہی جائیں بعض صحابہ سے یہ مسلک بھی نقل کیا گیا ہے جیسا کہ نیل الأوطار ص ۲۹۹ پر امام شوکانیؒ نے اس بارے میں روایت نقل کی ہے مگر اس کی جتنی روایات ہیں کوئی بھی روایت ضعف سے خالی نہیں جیسا کہ امام شوکانیؒ نے ان روایات کو ذکر کرنے بعد واضح کر دیا ہے (المجموع ۵/ ۲۰، المغنی ۳/ ۲۷۰، الھدایہ ۸٦۳۱، الاختیار ۸٦۳۱) عبدالرحمٰن مبارک پوری رقم طراز ہیں کوفہ والوں کے مسلک کے ثبوت میں کوئی حدیث مرفوع وارد نہیں ہوئی صرف حضرت موسیٰ اشعریؓ سے روایت کی گئی ہے لیکن وہ بھی قابل حجت نہیں (تحفۃ الاحوذی ۳/ ۱۰۷) لہذا بارہ تکبیروں والی روایت صحیح روایت پر عمل کیا جائیگا۔

صد حیف کہ ماہ رمضان ختم ہوا آج
پھر رات کو عالم ہے وہی بے خبری کا
(اکبر الہ آبادی)

IIC کی دعوتی و تبلیغی سرگرمیاں

محمد اقبال شیخ

IIC اسلام کو سمجھانے کے لئے ایک تحریک ہے۔ IIC تمام مسلمانوں کو قرآن صحیح حدیث اور سلف کی فہم کے مطابق متحد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ IIC غیر مسلموں کے سامنے اسلام کی سچائی کو عمدگی کے ساتھ پیش کرتا ہے۔

اجتماع ہر اتوار

ممبئی کے اہم مختلف مقامات پر
مغرب بعد سے رات 10:00 بجے تک
خواتین کے لئے پردے کا انتظام

اتوار صباحی درس

سوالات وجوابات پرمبنی
صبح، 11:00 سے دوپہر 1:00 بجے تک
اہم عناوین، مختلف مقررین

آج کی دنیا اسلام کے آئینہ میں

ہفتہ واری پروگرام مقرر: زید پٹیل
ہر جمعرات ، رات 9:30 بجے
فون کا نفرنس اور ویڈیو کانفرنس
IIC کی تمام شاخوں میں
اور LIVE دیکھیں ویب سائٹ پر

دعوتی ڈیسک

اسلام کے متعلق کسی بھی معلومات
اور سوال و جواب کے لئے IIC کے
اوقات میں آئیں ،
اور علماء سے دینی علم حاصل کریں۔

ایک رب پھر راستے الگ کیوں؟

ہفتہ واری پروگرام مقرر : زید پٹیل
ہر پیر، شام 7:30 سے رات 9:00 بجے تک
(غیر مسلموں کے لئے)
فون کا نفرنس اور ویڈیو کانفرنس
IIC کی تمام شاخوں میں
اور LIVE دیکھیں ویب سائٹ پر

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ...

ایک مرد کی اصلاح سے محض اس فرد کی اصلاح ہوتی ہے۔لیکن.... ایک خاتون کی اصلاح سے پورے گھر کی ہی نہیں بلکہ پورے خاندان کی اصلاح ہوتی ہے۔

خواتین کی تعلیم وتربیت کی اسی اہمیت کے پیش نظر IIC نے بہنوں کے لئے قائم کیا ہے ایک خاص شعبہ ''مصباح''، جس کی سرگرمیاں درج ذیل ہے:

نصیحه

پرجوش اسلامی وعظ ونصیحتیں
منگل
دوپہر 3:00 سے شام 5:00 بجے تک

Tajweed Course (Special Ladies batch)
10 am - 11:30 am
on every Mon, Wed, Thur, Sat.

اقرأ

قرآن کو صحیح طریقے سے
پڑھنا سیکھیں (تجوید کورس)
صبح 10:00 سے دوپہر 11:00 بجے تک
پیر، بدھ، جمعرات اور سنیچر

'The Qur'anic Arabic Understanding Course'
Special Ladies batch
11 am - 1 pm
on every Mon, Wed, Thur, Sat.

آسان قرآن

قرآنی عربی کو سمجھانے والا کورس
صبح 11:00 سے دوپہر 1:00 بجے تک
پیر، بدھ، جمعرات اور سنیچر

PEARL
Islamic Classes
for
Children
Every Saturday
4:30 to 6:30 pm

موتی

اسلامی تربیتی کورس
(بچوں کے لئے) ہر سنیچر
شام 4:30 سے 6:30 بجے تک

Sunday Evening
Public Program
Separate Arrangement
for Ladies
Maghrib to 10 pm
Followed by Question & Answer Session
at
Major Locations
in Mumbai

اجتماع ہر اتوار

ممبئی کے اہم مختلف مقامات پر
مغرب بعد سے رات 10:00 بجے تک
خواتین کے لئے پردے کا انتظام

کمال الدین

کتابیں علم کا خزانہ ہوتی ہیں...

کتابیں بہترین دوست ہوتی ہیں...

کتابیں اگر قرآن وحدیث کی تعلیم سے مزین ہوں تو لاسکتی ہیں معاشرہ میں ایک انقلاب...

اسی لئے IIC کی کوشش ہے کہ ہر گھر تک، گھر کے ہر فرد تک قرآن وحدیث سے مزین کتابیں پہنچیں۔

اپنی اسی کوشش کی تکمیل کے لئے IIC اپنے ''ریسرچ شعبہ'' کے منتخب علماء کے ذریعہ اہم موضوعات پر مشتمل اسلامی کتابیں تیار کرواتا ہے۔

چنانچہ IIC کے ''ریسرچ شعبہ'' نے ایک دعوتی واصلاحی ''تفہیم الاسلام سیریز'' تیار کی ہے جو تیرہ (۱۳) کتابوں پر مشتمل ہے۔ جس کے موضوعات درج ذیل ہیں:

(۱) توحید، جس کے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہیں

(۲) علم انبیاء کی وراثت

(۳) گناہ... جو اعمال کو برباد کردیتا ہے

(۴) بدعت کی تباہکاریاں، اسباب وعلاج

(۵) پیروی کس کی کریں؟

(٦) نیکیاں، آخرت کی کرنسی

(۷) پکارو! اپنے رب کو

(۸) ذہنی پریشانیوں کا علاج

(۹) ایمان کی کمزوری، اسباب وعلاج

(۱۰) اسلام ہی کیوں؟

(۱۱) سچے مسلمان کے اوصاف

(۱۲) جنت متقیوں کے لئے ہے

(۱۳) دلوں کو کیسے جیتیں؟

ہمیں امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ کتابیں آپ کی اصلاح کرکے آپ کی زندگی میں لاسکتی ہیں ایک اسلامی انقلاب...

نیز ان کتابوں کے ذریعہ آپ چلا سکتے ہیں ایک دعوتی تحریک...

لہذا آج ہی ''تفہیم الاسلام سیریز'' خریدیئے،

اپنی بھی اصلاح کیجئے

اور

دوسروں کی بھی اصلاح کے لئے ان کتابوں کے ذریعہ کردیجئے دعوت وتبلیغ کا آغاز...

Registered with Registrar of Newspaper of India vide RNI NO. :MAHURD02250/13/1/2011-TC